ماہنامہ

انصار اللہ

''دوسری قدرت''

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

''......تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا- اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں......'' (رسالہ الوصیت)

ایڈیٹر

نصراللہ خاں ناصر

ہجرت ۱۳۸۳ ہش

مئی ۲۰۰۴ء

حسنِ کارکردگی مجالس انصاراللہ پاکستان ۲۰۰۳ء کی چند تصویری جھلکیاں



مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ صدر مجلس مشاورت (۲۰۰۴ء)
مکرم محمد سجاد اکبر صاحب زعیمِ اعلیٰ انصاراللہ دارالذکر فیصل آباد کو پاکستان بھر کی مجالس میں
اول آنے پر علمِ انعامی اور سندِ خوشنودی دیتے ہوئے



حسن کارکردگی میں دوم آنے پر بیت الاحد لاہور کے زعیمِ اعلیٰ
مکرم شیخ مامون احمد صاحب سندِ خوشنودی لیتے ہوئے



حسنِ کارکردگی میں نظامت انصاراللہ کراچی کے اول آنے پر
مکرم قریشی محمود احمد صاحب ناظم انصاراللہ سندِ خوشنودی لیتے ہوئے

ماہنامہ انصار اللہ

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

ہجرت ۱۳۸۳ ہش - مئی ۲۰۰۴ء

جلد نمبر ---------------------- ۴۵

شمارہ نمبر ---------------------- ۰۵

اس شمارہ میں

پبلشر: عبدالمنان کوثر پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت
دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)

ڈیزائن وکمپوزنگ
صداقت احمد محمود

شرح چندہ (پاکستان)
سالانہ ---------- ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ ---------- دس روپے

ادار یہ

محبت الٰہی کا ایک اہم ذریعہ

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک وجود بلاشبہ اس کائنات کی علت غائی ہے- آپ کے احسانات اس کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر اس طور پر ہیں کہ ان کی وسعتوں کا احاطہ ناممکن ہے- آپ نے نہ صرف انسان کو انسانیت پر قائم کیا اور ہر طبقہ انسانیت کے حقوق سے آشنا کیا بلکہ انسان کے لئے مسخر کی گئی کائنات کے بھی حقوق سے آشناء کیا- زمانہ امن کا ہو یا ظلم وتشدد اور لاقانونیت کا دور دورہ ہو، مومن کو ایسا سبق دیا کہ وہ اسوۂ رسولؐ کے مطابق امن وسلامتی کا علمبردار ہو اور اسوۂ مبارکہ پر اس طور پر اپنے قول وفعل سے عمل پیرا ہو کہ وہ دنیوی زندگی کو جنت نظیر بنا دے- حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اپنے مقتداء وپیشواء حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور غلام کی حیثیت سے احیاء دین کے لئے آئے- آپ نے اپنی فدائیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا

؎ اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق وفدائیت میں جماعت احمدیہ کا بھی یہی کردار رہا ہے اور آئمہ جماعت احمدیہ نے اس تذکرہ کو دوامی شکل دی ہے- حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے برصغیر کی حالت کو خصوصاً اور عمومی طور پر دنیا کے مسائل کا حل اس میں دیکھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو نہ صرف عوام الناس تک پہنچایا جائے بلکہ اس کی پیروی کو زندگی کا معمول بنایا جائے کیونکہ یہی وہ نسخہ کیمیا ہے جس سے دنیا میں ایک پُر امن معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے اور یہی خالق کائنات کی محبت اور صفات باری سے متصف ہونے کا ذریعہ ہے جس سے دائمی حیات ملتی ہے- سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے ۱۹۲۸ء میں جلسہ سیرت النبی کی ابتدا فرمائی اور سیرت رسولؐ پر ہر شہر اور ہر بستی میں جلسوں کا انعقاد شروع کیا- اس جدوجہد سے انسان دوستی شروع ہوئی اور ایک ہی فارم پر مخالف نظریات رکھنے والوں نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو بیان کیا اور اس ذریعہ سے محبت واخوت کی فضا نے جنم لیا- سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے اقوام عالم کو بتایا کہ آپ کی اتباع وپیروی کے ذریعہ سے ہی محبت الٰہی مل سکتی ہے اس لئے ہم اسی وجود پر فدائیت کے دعویدار ہیں کیونکہ اسی نور کے باعث محبت الٰہی مل سکتی ہے- آپ فرماتے ہیں-

؎ محمد پر ہماری جاں فدا ہے کہ وہ کوئے صنم کا راہنما ہے
میرا دل اس نے روشن کر دیا ہے اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے

سیرت النبیؐ کی یہ تقریبات ہمارے محاسبہ کے لئے نہایت اہم ہیں اس لئے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ کی پیروی میں امن وسلامتی کا معاشرہ قائم کریں-

امام الکلام

اظہارِ سچائی کے لئے مجدّدِ اعظم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "اظہار سچائی کے لئے مجدد اعظم" کا ذکر کرتے ہوئے۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے ان سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظر دنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جب کہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا جب کہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہ راست اختیار کر چکے تھے اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت ان میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا۔ بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا۔ پس بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔ اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفاتِ جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی اور آپ کے دو نام محمدؐ اور احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اِسی غرض سے ہیں۔ ...."

(لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۶-۲۰۷)

کلام الامام

اخلاق حمیدہ

آنحضرت ﷺ کے اخلاق حمیدہ کے عنوان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں فرماتے ہیں:۔

’’...... میں نے جہاں تک غور کیا ہے انسان کے تعلقات تین طرح کے ہوتے ہیں۔ سب سے پہلا تعلق تو اس کا خدا سے ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کا خالق و رازق ہے۔ اس کے فضل کے بغیر اس کا ایک دم آرام سے نہیں گزر سکتا بلکہ آرام تو الگ رہا اس کی زندگی ہی محال ہے۔ اس کے احسانات کی کوئی حد نہیں ہر ایک لحہ میں اس کے فضلوں کی بارش ہم پر ہو رہی ہے۔ کمزور سے کمزور ضعیف سے ضعیف حالت سے اس نے ہمیں اس حد کو پہنچایا ہے اور عقل و خرد بخش کر کل مخلوقات پر فضیلت بخشی ہے اس لئے اگر اس کے ساتھ ہمارے تعلقات درست نہ ہوں۔ اگر ہمارے اخلاق تعلق باللہ میں ادنیٰ ہوں اور اس کے احسانات کو ہم فراموش کر دیں تو ہم سے زیادہ کوئی ذلیل نہیں۔ خالق کے بعد ہمارا تعلق مخلوق سے ہے کہ ان میں بھی کوئی ہمارا محسن ہے، کوئی ہمارا معلم ہے، کوئی ہمارا مہربان ہے، کوئی دردخواہ ہے، کوئی ہمارے آرام و آسائش میں کوشاں ہے، کوئی ہماری محبت اور توجہ کا محتاج ہے، کوئی اپنی کمزوریوں اور اپنی گری ہوئی حالت اور اپنے ہم سفروں سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ہم سے نصرت و مدد کا متمنی ہے۔ غرضیکہ ہزاروں طریق سے ہزاروں آدمی ہم سے متعلق ہیں اور اگر ہمارے معاملات ان سے درست نہ ہوں اگر ان سے بدخلقی سے پیش آئیں تب بھی دنیا کا امن وامان جاتا رہتا ہے اور فساد و بغاوت میں ترقی ہوتی ہے پس اگر ہمارے اخلاق مخلوق سے درست نہ ہوں تو ہم ایک ڈاکو کی طرح ہیں جو دنیا سے اس کے امن و آرام کا متاع لوٹتا ہے اور غارت کرتا ہے۔

تیسرا تعلق ہمارا خود اپنے نفس سے ہے کہ یہ بھی ہماری بہت سی توجہات کا محتاج ہے اور جس طرح ہمارا اخلاق سے منہ موڑنا یا مخلوق سے بداخلاقی سے پیش آنا نہایت مضر اور مخربِ امن ہے اسی طرح ہمارا اپنے نفس سے بدسلوکی کرنا اور اخلاقِ رذیلہ سے پیش آنا نہایت خطرناک اور باعث فساد ہے۔ پس وہی انسان کامل ہو سکتا ہے کہ جو ان تینوں معاملات میں کامل ہو اور ان اصناف میں سے ایک صنف میں بھی کمزوری نہ دکھلائے۔

اگر ان تینوں اقسام کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اکثر انسان جو اخلاق میں کامل سمجھے جاتے ہیں بہت سی کمزوریاں رکھتے ہیں۔ اور اگر ایک قسم کے اخلاق میں انہیں کمال حاصل ہے تو دوسری قسم میں انہیں کوئی دسترس نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور پاک بندوں کا گروہ ہی نکلے گا کہ جو ان تینوں اقسام اخلاق میں کمال رکھتا ہے اور کسی خوبی کو اس نے ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اور جب آپ رسول کریم ﷺ کے اخلاق کا مطالعہ غور سے کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ تمام صاحب کمال لوگوں کے سردار تھے اور باوجود اس کے کہ دنیا میں بہت سے صاحب کمال لوگ گزرے لیکن جس رنگ میں آپ رنگین تھے اس کے سامنے سب کے رنگ پھیکے پڑ جاتے ہیں اور جن خوبیوں کے آپؐ جامع تھے ان کا عشر عشیر بھی کسی اور انسان میں نہیں پایا جاتا۔‘‘ (سیرت النبیؐ صفحہ ۱۶۔۱۷)

عربی منظوم کلام

○

یَا قَلْبِیَ اذْکُرْ اَحْمَدَ عَیْنَ الْھُدٰی مُفْنِی الْعِدَا

اے میرے دل! احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر جو ہدایت کا سرچشمہ اور دشمنوں کو فنا کرنے والا

بَرًّا کَرِیْمًا مُّحْسِنًا بَحْرَا لْعَطَایَا وَالْجَدَا

نیک، کریم، محسن، بخششوں اور سخاوت کا سمندر ہے

بَدْرٌ مُّنِیْرٌ زَاھِرٌ فِیْ کُلِّ وَصْفٍ حُمِّدَا

وہ چودھویں کا نورانی روشن چاند ہے۔ وہ ہر وصف میں تعریف کیا گیا ہے۔

اِحْسَانُہٗ یُصْبِی الْقُلُوْبَ وَ حُسْنُہٗ یُرْوِی الصَّدَا

اس کا احسان دلوں کو موہ لیتا ہے اور اس کا حسن پیاس کو بجھا دیتا ہے

اَلظَّالِمُوْنَ بِظُلْمِھِمْ قَدْ کَذَّبُوْہُ تَمَرُّدَا

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے اور اپنی سرکشی سے جھٹلایا ہے۔

وَالْحَقُّ لَا یَسَعُ الْوَرٰی اِنْکَارَہٗ لَمَّا بَدَا

اور سچائی ایسی شئے ہے کہ مخلوق اس کا انکار نہیں کر سکتی جب وہ ظاہر ہو جائے

اُطْلُبْ نَظِیْرَ کَمَالِہٖ فَسَتَنْدَمَنَّ مُلَدَّدَا

تو اس کے کمال کی نظیر تلاش کر۔ سو تو (اس تلاش میں) یقیناً حیران اور شرمندہ ہوگا۔

مَا اِنْ رَاَیْنَا مِثْلَہٗ لِلنَّائِمِیْنَ مُسَھِّدَا

ہم نے اس کی مانند سوتوں کو جگانے والا کوئی نہیں دیکھا

نُوْرٌ مِّنَ اللّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَی الْعُلُوْمَ تَجَدُّدَا

وہ اللہ کا نور ہے جس نے علوم کو نئے سرے سے زندہ کر دیا۔

اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُجْتَبٰی وَالْمُقْتَدَا وَالْمُجْتَدَا

وہ برگزیدہ ہے، چنا ہوا ہے، اس کی پیروی کی جاتی ہے، اس سے فیض طلب کیا جاتا ہے

(کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۷۰)

فارسی منظوم کلام

O

سیدِ شاں آنکہ نامش مصطفےٰ است رہبر ہر زمرۂ صدق و صفا است

لوگوں کا سردار جس کا نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تمام اہل صدق وصفا کا وہی رہبر ہے

مے درخشدہ رُوئے حق در رُوئے اُو بُوئے حق آید زِ بام و کوئے اُو

اس کے چہرہ میں خدا کا چہرہ چمکتا نظر آتا ہے اس کے بام ودر سے خدا کی خوشبو آتی ہے

ہر کمالِ رہبری بر وے تمام پاک رُوئے و پاک رویاں را امام

رہبری کے تمام کمالات اس پر ختم ہیں خود بھی مقدس ہے اور سب مقدسوں کا امام ہے

اے خدا! اے چارۂ آزارِ ما کُن شفاعت ہائے اُو در کارِ ما

اے خدا۔ اے ہماری تکلیفوں کے اٹھانے والے ہمارے معاملہ میں اس کی شفاعت ہمیں نصیب کر

ہر کہ مہرش در دل و جانش فتد ناگہاں جانے در ایمانش فتد

جس کے جان ودل میں اس کی محبت داخل ہو جاتی ہے تو یکدم اس کے ایمان میں ایک جان پڑ جاتی ہے

آنکہ اُو را ظلمتے گیرد براہ نیستش چوں رُوئے احمدؐ مہر و ماہ

وہ شخص جسے تاریکی گھیر لے اس کے لئے احمدؐ کے چہرہ کی طرح اور کوئی چاند سورج نہیں ہے۔

تابعش بحرِ معانی مے شود از زمینی آسمانی مے شود

اس کا پیرو معرفت کا ایک سمندر بن جاتا ہے اور زمینی سے آسمانی ہو جاتا ہے

ہر کہ در راہِ محمدؐ زد قدم انبیاء را شد مثیل آں محترم

جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی وہ قابل عزت اور انبیاء کا مثیل بن جاتا ہے۔

(ضیاء الحق روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۵۴)

امن وسلامتی کا پیامبرؐ

(۳)

نصر اللہ خاں ناصر (ایڈیٹر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ قرآن حکیم ہی کی تفسیر ہے اور یہ حسین سیرت بنی نوع انسان کی علت غائی کو پورا کرتی ہے۔ قرآن نے جو مذہب دیا وہ سراپا محبت ہے اور تمام تر تعلیمات کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول ہے جو بنی نوع انسان کی محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ اگر کہیں راہ سلوک ولقاء میں ظلم سے روک پیدا کی گئی اور معاشرہ میں فتنہ و فساد کی اصلاح کی گئی تو یہ محض اس محبت اور سلامتی کے لئے تھی قرآن حکیم نے بھی راہنمائی کی۔ کہ تم خیرامت ہو جو خیر اور بھلائی کی طرف لانے والی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکنے والی قوم ہو۔

قرآن کریم کی اعلیٰ وارفع تعلیمات کو پیش کر کے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ قرآن کریم کا یہ حسن اپنے اندر غیر معمولی جذب وکشش رکھتا ہے یہ حسن کسی جبر سے اپنی طرف مائل نہیں کرتا مگر اپنی فوقیت ضرور پیش کرتا ہے تا کہ اس کا حامل اعلیٰ انسانی اقدار پر فائز ہو اور اگر کوئی اس نور سے فائدہ نہ اٹھانا چاہے تو اس کی ضمیر پر کوئی قدغن نہیں۔ صبر، ترک شر اور اخلاق فاضلہ سے مذہب کی حقیقی غرض پوری ہوتی ہے اور یہ امور احکام جہاد کے منافی نہیں جبکہ اس لفظ جہاد کی غلط تعبیر نے اسے ایک ایسا رنگ دیا ہے جو مخالف قوموں کے لئے محل نظر بنا۔

دین حق نے امن وسلامتی اور محبت واخوت کو قائم کرنے کے لئے اپنے جان و مال اور بنیادی حقوق کی حفاظت کی اجازت دی ہے۔ جو احکامات جنگ وقتال اور ملک گیری کے لئے پیش کئے جاتے ہیں وہ بھی دفع شر اور امن وسلامتی کے قیام اور سرحدوں کو مضبوط ومحفوظ رکھنے کے لئے ہیں۔ جس مبارک وجود پر یہ احکامات نازل ہوئے اس کا اسوۂ مبارکہ ان تعبیرات کی نفی کرتا ہے۔ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عشاق نے تو انسانیت پر محبت کے پھول نچھاور کئے تھے۔ اسی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے ان آیات مبارکہ پر غور کرنا اہل علم کا فرض ہے۔

O سورۃ الانفال میں یہ تعلیم دی گئی۔

"قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ" (آیت: ۳۹)

یعنی اے رسول تو کفار کے سامنے اعلان کردے کہ اگر اب بھی وہ لڑائی سے باز آجائیں تو جو کچھ وہ پہلے کر چکے ہیں

انہیں معارف کر دیا جائے گا لیکن اگر وہ باز نہ آئیں تو مخالفین کا انجام ان کے سامنے ہے (ان کا بھی وہی حال ہوگا)

یہاں یہ بتا دیا گیا ہے کہ اگر جنگ و جدال اور فتنہ و فساد کو جاری رکھا جائے گا تو ایسے فتنہ و فساد کا قلع قمع کیا جانا ضروری ہے اور اگر صلح پر عمل ہوگا تو امن و سلامتی ہی کا قیام اور دین میں مداخلت بند ہو جانے کی صورت میں لڑائی کرنے کا کوئی جواز نہیں ہوگا۔ چنانچہ آیت: ۴۰ میں لڑائی سے رک جانے اور فتنہ سے باز آ جانے اور اپنی اصلاح (یعنی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قبول کرنے) کے بعد ان سے مزاحمت کا کوئی جواز نہیں۔

- پھر سورۃ الانفال میں یہ تعلیم بھی دی گئی کہ

"وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ......" الخ (آیت: ۶۲)

یعنی اگر کسی وقت بھی وہ صلح کی طرف جھکیں تو ان سے صلح کر لیجیو اور یہ خیال مت کرنا کہ شاید وہ دھوکا دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کیجیو۔ اللہ تعالیٰ بہت دعائیں سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب دشمن صلح پر آمادہ ہو تو اس سے صلح کر لینی چاہیے۔ یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب دشمن صلح کرنا چاہے گا تو مخالف کے معاہدہ توڑ دینے کے خیال سے صلح سے انکار نہ کرنا کیونکہ نیکی کا تقاضا بھی یہی ہے اور تمہارا فائدہ بھی اسی میں ہے کہ صلح کی پیشکش کو قبول کر لو۔

- اس دفاعی جہاد کے ہوتے ہوئے صلح کے لئے ہاتھ بڑھانے کی ہدایت کی گئی۔ سورۃ النساء میں آیا ہے۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا......" الخ (آیت: ۹۵)

کہ اے مومنو جب تم لڑائی کے لئے نکلو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو (کہ دشمن کا کیا ارادہ ہے) اور اگر کوئی شخص یا جماعت صلح کی طرح ڈالے تو محض گمان کرتے ہوئے یہ نہ کہو کہ ہمیں امید نہیں تم امن کے خواہاں ہو۔

یہاں اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ مخالف کے بارہ میں ان کی امن و سلامتی کی خواہش یا پیغام کو تحقیق کے بعد قبول کر لو یا کسی کے سلام کہنے اور اُس کے ایمان کے اظہار پر شک نہ کرو۔ صدق دل سے اسے قبول کرو۔ کیا معلوم فی الواقع وہ حق کو اختیار کر رہا ہو۔

- اسی طرح سورۃ التوبہ میں فرمایا ہے کہ مشرکوں میں سے جنہوں نے کوئی عہد کیا ہو اور انہوں نے مقرر کردہ مدت میں عہد نہ توڑا تو قرآن حکیم کی ہدایت یہی ہے کہ

"فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ......" (سورۃ التوبۃ آیت ۴)

کہ تم بھی عہد کی مدت تک معاہدہ کے پابند رہو۔ یہ تقویٰ کی علامت مومنوں کی علامت ہے۔ نیز اسی سورۃ میں فرمایا کہ اگر برسر جنگ مشرکوں میں سے کوئی شخص اس لئے پناہ مانگے کہ وہ تمہارے ہاں آ کر تحقیقات کرنا چاہتا ہے تو اس وقت تک اس کو اپنے پاس رکھو کہ وہ مکمل تحقیقات کر سکے۔ اور پھر اپنے لئے جو امن کا مقام سمجھتا ہے وہاں چلا جائے۔ یہی مضمون اس آیت میں ہے۔

"وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ......"

(سورۃ التوبۃ آیت: ٦)

O اس جہاد کے دوران یہ بھی تعلیم دی گئی جیسا کہ سورہ الانفال میں فرمایا ہے کہ باقاعدہ جنگ کے بغیر قیدی نہ بنائے جائیں مگر وہ جو جنگ کا فتنہ برپا کرنے کے باعث قیدی بن جائیں پھر سورۃ محمد میں جنگی قیدیوں کے ساتھ احسان کر کے انہیں چھوڑ دینے یا فدیہ لے کر آزاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایسی ہی تعلیم سورہ الانفال اور سورہ النور میں دی گئی کہ جنگ کے بعد کے اثرات نرمی پر مبنی ہونے چاہئیں اور دشمن قیدیوں کو احسان کے ساتھ یا جزیہ و مکاتبت کے ساتھ آزاد کر دینا چاہیے۔ یہ وہ حالات ہیں جن میں بامر مجبوری قرآن کریم نے مذہب و قوم کے تحفظ کے لئے اپنے دفاع کی اجازت دی ہے۔ ایسے جہاد میں کوئی تشدد اور جبر کا پہلو نہیں صرف فساد کو روکنے کی حد تک تعلیم دی گئی ہے اور اس کا اہم مقصد امن وسلامتی اور انسانیت سے حسن سلوک اور ہمدردی کا قیام ہے۔

پس قرآن کریم نے جو مدافعانہ جدوجہد اور حکمت عملی اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے اس سے تو محبت اور سلامتی کی نوید آتی ہے اور یہ سخت دلوں کے لئے ابر رحمت ہے۔ چنانچہ مذکورہ آیات کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات امن وسلامتی کے قیام کے لئے بنیادی اصول وقواعد ہیں ان ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

O اگر کوئی مخالف مدافعت کے دوران مارا جائے تو اس کا مثلہ نہ کیا جائے۔ یعنی اس کے اعضاء ناک کان نہ کاٹے جائیں۔ کیونکہ ایسے ہتک آمیز فعل سے مخالفین میں جذبہ نفرت وانتقام جنم لے گا۔ O جنگ میں دھوکہ بازی نہ ہو کیونکہ یہ بھی نفرت کا موجب بنے گی۔ O بچوں، اور عورتوں کو کوئی گزند نہ پہنچائی جائے اس سے بھی دشمن میں انتقام لینے کا خیال آئے گا۔ O عبادتگاہوں اور عابدانہ زندگی گزارنے والوں کو ہدف نہ بنایا جائے۔ اس حسن سلوک سے ان میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوگا۔ O اپنے مخالفوں اور زیردست عوام الناس میں ڈر اور خوف پیدا نہ کریں اور نقل وحرکت کے دوران مخالف کی معاشرت اور معیشت کو برباد نہ کریں۔ O لڑائی کی شدت کے دوران چہرہ پر زخم نہ لگائیں اور مدافعت کا ایسا رنگ ہو کہ کم از کم نقصان سے معرکہ آرائی ختم ہو جائے۔ O قیدیوں کو آرام واحترام دیا جائے۔ O دوسری قوموں کے معززین اور سفیروں کا ادب و احترام کیا جائے۔ O اگر قیدی سے کوئی سختی کر بیٹھے تو انہیں اس کے بدلہ میں آزاد کیا جائے نیز قیدیوں کے ساتھ معاشرتی مساوات برتی جائے۔ یہاں تک کہ کھانے پینے اور رہن سہن میں برابری ہو۔

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

جماعت احمدیہ میں قدرت ثانیہ کا ظہور

مرتبہ لقمان احمد شاد صاحب

اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کے لئے اپنے انبیاء کے ذریعہ رشد و ہدایت کے سلسلے کو جاری فرماتا ہے۔ اور جب تک چاہتا ہے ان بابرکت وجودوں سے مخلوق کو ہدایت دیتا ہے۔ پھر وہ ان کی وفات کے بعد رشد و ہدایت کے سلسلے کو اس طرح ممتد کرتا ہے کہ ان کے بعد خلافت کے ذریعہ اس باغ کی آبیاری کرتا ہے۔ جن سے اس سلسلہ کو تقویت اور مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔ اسی سنت الٰہی کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

مَا كَانَتِ النُّبُوَّةُ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْتهَا الْخِلَافَة (خصائص الکبریٰ جز ثانی صفحہ ۵۱۱)

یعنی کوئی نبوت نہیں جس کے بعد خلافت نہ ہوئی ہو۔

دراصل خلافت مامورین کے مقاصد اور ان کے وجود کے ذریعے ملنے والی برکات کو دنیا میں قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس مقدس نظام کے اجراء کے متعلق سورۃ النور آیت ۵۶ میں مومنوں اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے وعدہ فرمایا ہے۔

(ترجمہ) ''تم میں سے جو لوگ مومن اور عمل صالح بجالانے والے ہوں گے خدا تعالیٰ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا۔

چنانچہ اس ارشاد خداوندی کے تحت مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ نے امت محمدیہ کو مطلع کردیا کہ میرے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا دور جاری ہوگا اور ایسے خلفاء ہوں گے جو میرے مشن کی تکمیل کے لئے برپا کئے جائیں گے اور ان کی اطاعت اسی طرح واجب ہوگی جس طرح کہ میری۔

قدرت ثانیہ کے ظہور کی خوشخبری

: اس دور میں سے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوئی اور خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ جو خدا تعالیٰ کی پہلی قدرت تھی۔ ۱۹۰۵ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو آپ کے وصال کی خبریں دیں۔ ان الٰہی خبروں کی بنا پر آپ نے ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو الوصیت کے نام سے ایک رسالہ شائع فرمایا جس میں ان الہامات کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے اپنے بعد قدرت ثانیہ کے ظہور کی خوشخبری دی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَ غْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ ۔اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجّت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اُس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔

غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔...... تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔''

(رسالہ الوصیت صفحہ ۶ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۴)

دوسری قدرت دائمی ہے: حضرت اقدس مسیح موعودؑ دوسری قدرت کے دائمی ہونے کی خوشخبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب یہ ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو، اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔...... سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے......''

(رسالہ الوصیت: صفحہ ۷۔۸ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۵۔۳۰۶)

اس خوشخبری کے بعد حضورؑ نے اپنی بعثت کے عظیم الشان مقصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔''

(الوصیت صفحہ ۸۔ ۹ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶۔ ۳۰۷)

یہ وہ عظیم مقصد قیام توحید تھا جس کے لئے دوسری قدرت کا ظہور مقدر تھا۔ اس ظہور قدرت کا زمانہ قریب تھا کہ دسمبر ۱۹۰۷ء میں خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا۔

''ستائیس کو ایک واقعہ'' (بدر ۱۹؍دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵)

چنانچہ اس الہام کے مطابق ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل خدا کا یہ برگزیدہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا عاشق صادق اپنے عشاق کو سوگوار اور افسردہ چھوڑ کر حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانیؓ کی روایت کے مطابق خدا تعالیٰ کے عشق میں اپنی زبان مبارک سے ''اے میرے خدا، اے میرے پیارے اللہ اور اے میرے پیارے اور پیارے کے پیارے خدا **سبحان اللہ الحمدللہ یَاحَیُّ یَا قَیُّوم** '' کے محبت آمیز الفاظ ادا کرتے ہوئے اپنے خالق کے حضور حاضر ہو گیا۔

اس عظیم سانحہ کے بعد خدا تعالیٰ نے اصلاحِ خلق اور اس الٰہی مشن کی تکمیل اور توحید کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے دوسری قدرت کا ظہور فرمایا اور اپنی قدیم سنت کو پورا کرتے ہوئے جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام جاری فرمایا جماعت احمدیہ میں خلافت کے قیام کی روئداد بیان کرتے ہوئے حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانیؓ۔ فرماتے ہیں:۔

''منصبِ خلافت کی رِدا کس بزرگ ہستی کے کندھوں کی زینت بنے زیرِ غور اور اہم مسئلہ تھا جو اگرچہ علماء سلسلہ اور مجلس معتمدین کے ارکان کے بمشورہ اراکین حل کر چکے تھے اور قرعہ فال حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین...... کے نام نکل چکا تھا اور جماعت کا اس امر پر اجماع تھا۔ بغیر کسی اختلاف کے سبھی کے دل مائل اور جھکے ہوئے تھے اور اس اجماع، اتفاق اور رجوع کو رضا و نصرت الٰہی کی دلیل یقین کیا جاتا تھا کیونکہ سیّدنا حضرت اقدسؑ کے وصال سے لیکر اس وقت تک برابر جماعت دعاؤں میں مصروف خدا کی راہ نمائی اور دستگیری کی طالب بنی چلی آ رہی تھی اور اس انتخاب پر انشراح کو یقیناً خدا کی تائید سمجھتی تھی۔...... حضرت ممدوح کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ بیعت لے کر جماعت کی باگ ڈور تھامیں اور راہنمائی فرمائیں۔ یہ تحریر مخدومی حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے کھڑے ہو کر بھاری مجمع کی موجودگی میں حضرت مولوی صاحب کے سامنے بطور درخواست پڑھی مگر حضرت مولوی صاحب اس بارگراں کے اُٹھانے سے گھبراتے، رکتے، اور ہچکچاتے اور فرماتے تھے کہ

میرے دل کے کسی گوشے میں بھی خلافت اور نمبرداری کی خواہش نہیں اور نہ ہی میں کوئی بڑائی اپنے لئے چاہتا ہوں کیونکہ میں اس بوجھ کو اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔'' آنانکہ عارف تراند ترساں تر''

آپ نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا:۔

''اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بِک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھے اشارہ فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔

الغرض حضرت نورالدین ...... نے ایک نہایت ہی پُر درد پُر معرفت اور رِقّت آمیز خطبہ کے بعد جماعت سے سیدنا حضرت احمدؑ کے نام پر بیعت اطاعت لی اور اس طرح گویا خدا کے نبی و رسول سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی موجودگی ہی میں جماعت سِلک وحدت میں پروئی گئی............'' (سیرت حضرت بھائی جی عبدالرحمٰن قادیانیؓ صفحہ ۳۴۹۔۵۱)

یہ ۲۷ مئی کا دن تھا، جب حضرت مسیح موعودؑ کے نماز جنازہ اور تدفین کے فرائض سرانجام دینے کے بعد شام کے وقت لوگ دعائیں کرتے شہر کو آئے۔...... آج قدرت ثانیہ کے ظہور کو تقریباً چھیانوے سال ہو چکے ہیں اور یہ دائمی سلسلہ جو قیامت تک کے لئے ہدایت کا سرچشمہ اور منبع ہے۔ دین حق کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کے لئے سرگرم عمل ہے اور جماعت کی ترقیات اسی سے وابستہ ہیں اور جماعت احمدیہ کا ہر فرد ان مقاصد کو پورا کرنے کا ذمہ دار ہے اور یہ مقاصد وہی ہیں جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔

بقیہ از صفحہ 9 :۔

یہ وہ احکامات ہیں جو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور موطا امام مالک میں موجود ہیں۔ ان احکامات سے پتا چلتا ہے کہ جنگ روکنے اور قیام امن کے لئے کیا تدبیریں اختیار کی جائیں جس سے بنی نوع انسان سے ہمدردی و مساوات اور عدل و انصاف کا سلوک ہو آج یونائیٹڈ نیشن تنظیم یا سلامتی کونسل کے تو محض دعوے ہیں طاقتور قوموں کے ہر دوسری قوم کے لئے میزان و پیمانے الگ الگ ہیں جب کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بلا امتیاز مذہب و ملت رحمت اور سلامتی کے پیامبر تھے۔

خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ بادشاہ و بے کساں را چاکرے

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید کس ندیدہ درجہاں از مادرے

آفتابِ ہر زمین و ہر زماں رہبرے ہر اسود و ہر احمرے

(براہین احمدیہ حصہ دوم روحانی خزائن جلدا)

وہ اگرچہ آقا ہے مگر کمزوریوں کا خادم ہے وہ بادشاہ ہے مگر بے کسوں کا خدمتگار، وہ مہربانیاں جو مخلوق نے اس سے دیکھیں وہ کسی نے اپنی ماں سے بھی نہیں پائیں۔ وہ ہر ملک اور ہر زمانہ کے لئے آفتاب اور ہر اسود و احمر کا رہبر ہے۔

خلافت کی اہمیت اور اس کا استحکام

آئمہ سلسلہ احمدیہ کے ارشادات کی روشنی میں

مرتبہ: حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں ''دوسری قدرت'' کے ظہور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''.....تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔''

حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو اللہ تعالیٰ کی دوسری قدرت کا ظہور ہوا اور یہ نظام تقریباً ایک صدی سے جاری ہے۔ اس نظام کی اہمیت و استحکام کے بارہ میں ائمہ جماعت احمدیہ کے ارشادات درج ذیل ہیں:۔

○ حضرت خلیفۃ المسیح الاول......فرماتے ہیں:۔

''حضرت صاحب کی الوصیت میں معرفت کا ایک نکتہ ہے وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا۔...........تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہوگیا۔ اب جو اجماع کا خلاف کرنے والا ہے وہ خدا کا مخالف ہے۔''

''خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا۔ میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان اور تم بھی میرے خلاف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پروا نہیں کرتا اور نہ کروں گا.....تم معاہدہ کا حق پورا کرو۔ پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو......'' (حیات نور صفحہ ۳۹۰)

''......مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔''

(بدر جولائی ۱۹۱۲ء)

''......خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں یہ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے۔......پس مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے۔ اور اپنے مصالح سے بنایا ہاں تمہاری بھلائی کیلئے بنایا ہے۔''

○ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... فرماتے ہیں:۔

''وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں بتایا گیا ہے کہ جب تک قوم کی اکثریت میں ایمان اور عمل صالح رہتا ہے ان میں خلافت کا نظام موجود رہتا ہے۔ اب دیکھنا یہ چاہئے کہ کیا ہماری جماعت کی شہرت نیک ہے اور کیا ہماری جماعت کے افراد کی اکثریت عمل صالح رکھتی ہے؟ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ یہ بات ہر شخص پر ظاہر ہے کہ جماعت کی شہرت نیک ہے اور جماعت کی اکثریت عمل صالح پر قائم ہے پس جب ایمان اور عمل صالح کی یہ حالت ہے تو خلافت کا وعدہ بھی ضرور پورا ہونا چاہئے۔'' (خلافت ارشدہ صفحہ ۲۶۶)

''کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔

مگر ان کیلئے نہیں ہے تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کیلئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا ہاں تمہارے لئے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داری عائد ہو گئی ہیں۔'' (برکات خلافت۔ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

''حضرت خلیفہ اول کی خلافت سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے الہام سے فرمایا تھا کہ میں خلیفہ ہوں گا۔ پس میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں۔ میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس کی خبر دی تھی گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے......''

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء صفحہ ۷)

پس اے مؤمنوں کی جماعت! اور اے عمل صالح کرنے والو! میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ خلافت خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو جب تک تم لوگوں کی اکثریت ایمان اور عمل صالح پر قائم رہے گی خدا اس نعمت کو نازل کرتا چلا جائے گا لیکن اگر تمہاری اکثریت ایمان اور عمل صالح سے محروم ہو گئی تو پھر یہ امر اس کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ چاہے تو اس انعام کو جاری رکھے اور چاہے تو بند کر دے۔

''جس کو خدا خلیفہ بناتا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے کاموں میں روک ڈال سکے۔ اس کو ایک قوت اور اقبال دیا جاتا ہے اور ایک غلبہ اور کامیابی اس کی فطرت میں رکھ دی جاتی ہے۔'' (الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۴۱ء)

''اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے...... میں جو دعا کروں گا وہ انشاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی۔'' (منصب خلافت صفحہ ۳۲)

''اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے، اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کا تابع کرتا ہے، اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے، اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے، اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔''

(خطبہ جمعہ الفضل ۴ ستمبر ۱۹۳۷ء)

''یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے...... ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعودؑ پر ایمان لاتا ہوں، ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے ان دعوؤں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں (دین حق) قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لحہ بسر نہیں کرتا............''

(الفضل ۱۵ دسمبر ۱۹۴۶ء)

''دیکھو میں آدمی ہوں اور جو میرے بعد ہوگا وہ بھی آدمی ہی ہوگا جس کے زمانہ میں فتوحات ہوں گی وہ اکیلا سب کو نہیں سکھا سکے گا۔ تم ہی لوگ ان کے معلم بنو گے۔ پس اس وقت تم خود سیکھو تا ان کو سکھا سکو۔ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ دنیا کے لئے پروفیسر بنا دیئے جاؤ۔ اس لئے تمہارے لئے ضروری ہے اور بہت ضروری ہے کہ تم خود پڑھو تا آنے والوں کے لئے استاد بن سکو......'' (انوار خلافت۔ انوار العلوم جلد ۳ صفحہ ۱۷۰۔۱۶۹)

''خلیفہ خدا بنایا کرتا ہے۔ اگر ساری دنیا مل کر خلافت کو توڑنا چاہے اور کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہے جس پر خدا راضی نہیں...... تو اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے سارے خاندان کو اس طرح پیس ڈالے گا جس طرح چکی میں دانے پیس ڈالے جاتے ہیں۔''

○ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا

اسے وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے۔...... اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے نفسی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے۔'' (الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۶۷ء)

''میں تو حیران ہوں اور حیرت میں گم ہوں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عظمت میرے اس زمانہ میں اس بات سے ثابت ہوئی کہ میرے جیسے عاجز انسان کا اس نے ہاتھ پکڑا اور اعلان کیا کہ اس ذرہ ناچیز سے میں دنیا میں انقلاب بر پا کر دوں گا اور کر دیا۔'' (خطاب جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء)

○ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

''خلافت کے قیام کا مدعا توحید کا قیام ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے اٹل۔ ایسا کہ جو کبھی ٹل نہیں سکتا، زائل نہیں ہو سکتا۔ اس میں کوئی تبدیلی کبھی نہیں آئے گی۔...... خلافت کا انعام یعنی آخری پھل تمہیں یہ عطا کیا گیا ہے کہ میری عبادت کرو گے، میرا کوئی شریک نہیں ٹھہراؤ گے کامل توحید کے ساتھ تم میری عبادت کرتے چلے جاؤ گے اور میرے حمد و ثناء کے گیت گایا کرو گے یہ وہ آخری جنت کا وعدہ ہے جو جماعت احمدیہ سے کیا گیا...... وہ خلافت احمدیہ کو کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔ ہمیشہ قائم و دائم رکھے گا۔ زندہ اور تازہ اور جوان اور ہمیشہ مہکنے والے عطر کی خوشبو سے معطر رکھتے ہوئے اس شجرہ طیبہ کی صورت میں اس کو ہمیشہ زندہ قائم رکھے گا جس کے متعلق وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا کہ (۔) ایسا شجرہ طیبہ ہے۔ جس کی جڑیں زمین میں گہری پیوست ہیں اور کوئی دنیا کی طاقت اسے اکھاڑ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ پھینک نہیں سکتی۔ کوئی آندھی ، کوئی ہوا اس شجرہ طیبہ کو اپنے مقام سے ٹلا نہیں سکے گی اور شاخیں آسمان سے اپنے رب سے باتیں کر رہی ہیں اور ایسا درخت بہار اور سدا بہار ہے ایسا عجیب ہے یہ درخت کہ ہمیشہ نو بہار رہتا ہے کبھی خزاں کا منہ نہیں دیکھتا۔ ہر وقت ہر آن اپنے رب سے پھل پاتا چلا جاتا ہے۔...... خلافت احمدیہ اپنی پوری شان کے ساتھ شجرہ طیبہ بن کر ایسے درخت کی طرح لہلہاتی رہے گی جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں۔ (الفضل ۲۲ جون ۱۹۸۲ء)

''میں آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ اب انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام کو پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن جان اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشو ونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے وعدے فرمائے ہیں۔ کم از کم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی۔ تو دعائیں کریں حمد کے گیت گائیں اور اپنے عہدوں کی پھر تجدید کریں۔'' (الفضل ۲۸ جون ۱۹۸۲ء)

○

خلافت کا ہمیں دیوانہ کہہ دے! خدا کے نور کا پروانہ کہہ دے!
دکھاتے ہیں وہ کم کم جھلکیاں اب بحقِ عاشقاں جرمانہ کہہ دے!
یہی ہے حرف کل جلووں کا مبدا مجھے ''کُن'' کا ذرا پروانہ کہہ دے!
تصدق کیوں نہ ہوں پروانے اس پر! جسے تو اپنا خود دیوانہ کہہ دے!
وہی محبوب کا پرتو ہے شاید جو خود کو خود سے خود بیگانہ کہہ دے!
اگر شمعٔ منور ہے خلافت مجھے جلتا ہوا پروانہ کہہ دے!
نہیں ہے اس میں مجنوں کی بڑائی اگر کوئی اسے فرزانہ کہہ دے
یہی اعزاز و عظمت کا نشاں ہے مجھے مہدی کا بس مستانہ کہہ دے!
دل و جاں بے غرض ہیں پیش کرتے جو دل مانے اسے نذرانہ کہہ دے!
تۂ دل سے میں تیرا ہو چکا ہوں ہزاروں بار تو بیگانہ کہہ دے!
ہوئے ''مسرور'' سے مخمور کتنے! ''سدا جاری'' اسے میخانہ کہہ دے!
گرا کر اشک پھر تک ان کی جانب! ذرا چپکے سے یوں افسانہ کہہ دے!
ہوں رہتا مست ہر دم بن پیے بھی اسے بھی خصلتِ رندانہ کہہ دے!
جھلک ان کی اگر ہے گھونٹ مے کا تو ان کی دِید کو خُمخانہ کہہ دے!
غزل اسلاؔم کی نالہ سبھی کا ہر اک دل کا اِسے افسانہ کہہ دے

عبدالسلام اسلاؔم

ذریعہ ہمیشہ پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا رہا اور اہل دنیا لوگ ان مقدس کتب کے فیض اور تاثیر سے اہل خدا بن گئے۔ اور ہر رسول کے عہد میں اس کے ماننے والوں کو خدائے عزیز نے اخلاقی علمی، عملی غلبہ دوسروں پر عطا فرمایا۔ اور ہر طرح کی حکمت، فراست، معقولیت ان کو عطا کر کے غیروں پر غلبہ اور فوقیت عطا فرمائی۔ بہائیت کے پرچار کرنے والوں کو بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت میں کونسی صداقت مندرجہ بالا حقائق پر مشتمل نظر آئی۔ آپ پوری سوچ بچار کے بعد انکشاف کیجئے کہ:۔

۱۔ بہاء اللہ نے کون کون سے رسولوں کو بھیجا تھا بہاء اللہ سے قبل ماضی میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدائی فرمان قرآن پاک میں ہے۔ **هُوَالّذِی ارسل رسولهٗ بالهدیٰ ودینِ الحق** .... یعنی اللہ تعالیٰ کی پاک ذات ہے۔ جس نے **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ کیا بہائیوں کے جعلی خدا کا دعویٰ کہ میں نے ہی رسولوں کو بھیجا درست ہے یا قرآنی ارشاد درست ہے؟ بَیِّنُوْا اتُوْجَرُوْا۔

۲۔ کون کون سی شریعت کی کتب تھیں اور خاص طور پر قرآن کریم جو شریعت کی کامل اور آخری کتاب تھی۔ کیا ان کتب اور خاص طور پر قرآن کریم کا نازل کرنے والا **نعوذ باللہ من ذٰلک** بہاء اللہ تھا۔ آخر وہ کونسی کتب ہیں جو بہاء اللہ نے نازل کیں اور جن کو نازل کرنے کا دعویٰ اس نے کیا؟

بہائیوں کو اچھی طرح رکھنا یاد چاہئے کہ جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے انبیاء اور رُسل اور شریعت کی کتابیں اہل دنیا کو نصیب ہوئیں۔ تو ان کے ہمیشہ پاکیزہ اور نیک ثمرات دنیا کو نصیب ہوئے۔ پاک معاشرہ قائم ہوا۔ خدا تعالیٰ کی طرف انسان کو توجہ ہوئی۔ تعلق باللہ قائم ہوا۔ لیکن ان جملہ امور کو پیش نظر رکھ کر بہاء اللہ کی جعلی خدائی اور رسل وکتب بھیجنے کے احمقانہ دعویٰ کے نتیجہ میں اہل بہائیت کو کیا ہاتھ آیا ہے۔ اور قرآنی شریعت کو منسوخ کر دینے والے بابی بہائی طبقہ نے کیا نئی چیز دنیا میں پیش کی ہے۔ کیا بہاء اللہ کے دعاوی پر بلا سوچے سمجھے اٰمَنَّا کہنے والوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق وقربت نصیب ہوئی۔ کسی بہائی، بابی کا نام سامنے لائیں جو آج اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق رکھنے والا ہو۔ جعلی خدا سے تعلق کا نتیجہ کبھی بھی حقیقی خدائے کائنات کے ساتھ محبت وقربت نہیں ہوسکتا۔ پھر بہائیت نے کون سا پاک معاشرہ دنیا میں قائم کر دکھایا۔ اور وہ دنیا میں کہاں ہے۔ عورت مرد کا آزادانہ ملاپ۔ بے پردگی وعریانی۔ گانے ناچ اور فحاشی بہائیت کے نمایاں ثمرات ہیں۔ کیا ایسا معاشرہ قائم کرنے والا بہاءاللہ، رسولوں کو بھیجنے والا اور شرعی کتب کو نازل کرنے والا قرار پاسکتا ہے۔ اس نے تو اس بیہودہ دعویٰ کے ذریعہ سابقہ تمام برگزیدہ رسولوں اور آسمانی کتب کی عزت واکرام پر قبیح الزام تراشی کر کے ان کے تقدس واحترام کو پامال کرنے کی سعی کی ہے۔ اور اسی لئے بہائی طبقہ قرآنی کامل شریعت کی منسوخی کا ڈھنڈورہ پیٹتے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔

پھر بہاء اللہ کا اپنے آپ کو **اَلْعزِیْز** اور **اَلْحکِیْم** قرار دینا بھی انتہائی جہالت کا اظہار ہے۔ جس شخص کی ساری زندگی بے بسی اور قیدی کے طور پر گزری۔ وہ اپنی زندگی میں **اَلْعزِیْز** ہونے کا دعویٰ کرے۔ آخر وہ جو اپنی ذات کو دشمن کے شکنجہ سے

ساری زندگی رہائی نہ دلا سکا۔ وہ خدائی صفت العزیز کا اپنے آپ کو حامل اور مالک قرار دے۔ کیا العزیز شان کا یہی ثبوت ہوا کرتا ہے۔ کہ زندگی بھر زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو۔ اگر بہاء اللہ کو تھوڑی دیر کے لئے بہائی حضرات ایک گوشے میں ڈال دیں اور سوچ کر بتائیں کہ کیا ''اَلْعَزِیْز'' کو حقیقی خدائے قادر وتوانا کی ذات بھی ہے؟ اب کیا خدا تعالیٰ کی صفت العزیز کے مطابق وہ بہاء اللہ کو ''اَلْعَزِیْز'' مانتے ہیں۔ یا بہاء اللہ کے دعویٰ ''اَلْعَزِیْز'' کے مطابق خدا تعالیٰ کو العزیز تصور کرتے ہیں۔ آخر العزیز ہونے کے دو دعویدار تو موجود ہیں۔ بہائیوں کے ہاں ان دونوں میں فرق کرنے کا کیا پیمانہ ہے اور کیا معیار ہے؟ بہائی قلمکاروں کو اس بارے میں بھی ''گل افشانی'' کرنی چاہئے کہ کون سے ''اَلْعَزِیْز'' کے وہ پجاری ہیں؟ ہمارا مشورہ ہمدردانہ یہی ہے۔ کہ بہاء اللہ کے ایسے خرافات سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اور اَلْعَزِیْز اور اَلْحَکِیْم اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کی طرف رجوع کریں۔ اور بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت کی تردید ودفاع کی ناکام کوششیں نہ کریں۔ جو شخص یہ اعلان کرتا رہا۔ کہ رسولوں کو بھیجنے والا اور کتابیں نازل کرنے والا میرے سوا کوئی اور نہیں اور ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم'' کہے۔ اس کے دعویٰ الوہیت کی تردید آپ لوگ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ آپ یہ کہہ کر بہاء اللہ کو نہیں بچا سکتے۔ کہ وہ ایک عاجز بشر یا انسان تھا اس لئے مدعیٔ الوہیت ہونے کا الزام موصوف پر درست نہیں۔ کیونکہ الزام ہماری طرف سے بہاء اللہ پر یہ ہرگز نہیں کہ وہ بشر یا انسان نہیں تھا۔ بلکہ الزام موصوف پر خود موصوف کی اپنی تحریرات کے تحت یہ ٹھہرتا ہے۔ کہ بہاء اللہ باوجود نہایت بے بس، مجبور، مَسْجُوْن اور مقید ہونے کے دعویٰ یہ رکھتا تھا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا الْمَسْجُوْنُ الْفَرِیْدُ۔ کیا کوئی بہائی دنیا میں ایسا ہے جو بہاء اللہ کے اس دعویٰ سے انکار کر سکے؟ کیا کوئی بہائی دنیا میں ایسا ہے۔ جو قید وبند میں زندگی گزارنے والے ''اِلٰہ'' کی کوئی مثال پیش کر سکے۔ سوائے بہاء اللہ کے جبکہ وہ خود بھی اپنے آپ کو ایسا ''اِلٰہ'' ہونے کا منفرد دعویدار قرار دیتا ہے۔ کہ ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اور دعویٰ خدائی کا کرتا ہے۔ اَلْعَجَبُ۔

اب ایک اور پہلو سے جائزہ لیتے ہیں۔ بہاء اللہ کے مندرجہ بالا عربی زبان میں دونوں اقرار کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

(الف) کیا یہ ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی تھی؟ اگر وحی تھی تو اس کا ثبوت بہاء اللہ کی تحریرات سے سامنے لایا جائے۔ یہ امر یاد رہے۔ کہ بہاء اللہ کے بارے میں بہائیوں کا عقیدہ یہی ہے۔ کہ اس کا کلام خدائی کے مقام پر ہے۔ الگ وحی نہ تھی۔ اور بہاء اللہ نے اپنی تحریرات میں یہ فرق ملحوظ نہیں رکھا کہ جو کچھ وہ کہتا یا لکھتا رہا اس میں اس کا ذاتی کلام کہاں تک ہے۔ اور خدا کی طرف سے وحی کا سلسلہ کہاں تک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہائی قلمکاروں نے کھلے لفظوں میں تسلیم کیا ہوا ہے۔ کہ

''آپ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری اور الٰہی عناصر کے درمیان کوئی صاف خط نہیں کھینچا جا سکتا'' (عصر جدید)

(ب) اگر بہائی حضرات بہاء اللہ کے اس عربی کلام کو وحی قرار دینے پر مُصر ہوں تو انہیں یہ بھی واضح کرنا چاہئے کہ

(مرسلہ: مرزا خلیل احمد قمر صاحب)

حاصل مطالعہ

جناب جسٹس (ریٹائرڈ) ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی تازہ خودنوشت سوانح ''اپنا گریباں چاک'' (ناشر سنگ میل پبلیکیشنز لاہور) سے چند اہم اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں۔

○ جناب ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں:۔

''بھٹو کی مخالف سیاسی جماعتوں کے کٹھ نے بھی نظام مصطفیٰ تحریک سے ان سے زیادہ تر مذہبی مطالبات ہی کئے مثلاً احمدیوں کو اقلیت قرار دو، اتوار کی بجائے جمعہ کی چھٹی کرو، گھڑ دوڑ پر جوا بند کرو، شراب بند کرو۔ بھٹو نے اپنی کرسی محفوظ کرنے کی خاطر سب مطالبات مان لئے لیکن جماعتوں کے کٹھ کی تسلی نہیں ہوئی دراصل ان کا مقصد کسی قسم کے اسلام کا نفاذ نہ تھا بلکہ کسی نہ کسی طریقہ سے بھٹو کو ہٹانا تھا۔'' (صفحہ ۱۶۲)

○ موصوف رقمطراز ہیں:۔ ''جنرل ضیاء الحق نے اقتدار غصب کرتے ہی ایک نئے تجربے کی ابتداء کی۔ انہوں نے پاکستانیوں کو اچھا مسلمان بنانے کی خاطر بھٹو کی عطا کردہ اصلاحات (قادیانیوں کو اقلیت قرار دو، جمعہ کی چھٹی کرو، گھڑ دوڑ بند کرو، شراب بند کرو) کی سمت میں مزید آگے قدم بڑھانے کی ٹھانی۔ اس کے نتیجے میں قادیانیوں پر اسلامی شعار استعمال کرنے کی پابندی لگا دی گئی مسلمانوں اور غیر مسلموں میں تمیز کرنے کی خاطر ہر قسم کے فارموں میں مذہب کا اندراج کرنا ضروری قرار پایا کسی منصب کا حلف لینے کے وقت بھی یہ حلفی بیان دینا اہم تھا کہ محلّف قادیانی نہیں ہے۔ یہ تو مختصر سا خاکہ اس اسلامائزیشن کا ہے جو جنرل ضیاء الحق نے ملک میں نافذ کی مگر ہم پر ان اصلاحات کا نہ تو کوئی روحانی اثر ہوا اور نہ اخلاقی بلکہ سنگین جرائم میں کمی کی بجائے روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔'' (صفحہ ۱۷۲)

''یہ نام نہاد اسلامی اصلاحات دراصل کتاب قوانین پر سرخی پاؤڈر (کاسمیٹک) لگانے کے مترادف تھیں۔ اصلاحات کا زیادہ زور سزاؤں پر تھا یعنی ''منفی'' پہلو پر۔ ''مثبت'' پہلو تبھی ہوتا جب اسلامی برکات سے متعلق اصلاحات کر کے ابتدا کی جاتی۔'' (صفحہ ۱۷۵)

○ بھٹو اور ضیاء دورِ اقتدار پر جناب جسٹس (ر) جاوید اقبال صاحب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جنرل صاحب اتنے ہی مسلمان ہیں جتنے بھٹو صاحب تھے فرق صرف اتنا ہے کہ ایک نے اسلام کو اپنے اقتدار کی ڈوبتی کشتی کے تحفظ کی خاطر استعمال کیا اور دوسرے نے اسے اپنے اقتدار کے چڑھتے سورج کے استحکام کے لئے۔ مجھے پہلا مارشل لاء لگنے پر سکندر مرزا کے اعلان کی یاد نے شرمندہ کر دیا۔ ہم سیاسی مقاصد کی خاطر کب تک اسلام کو بطور ''طوائف'' استعمال کرتے رہیں گے۔ کیا ہمارے نصیب میں اپنے قائدین کے ہاتھوں سدا الو بنتے رہنا ہی لکھا ہے۔'' (صفحہ ۲۰۷)

حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور ''چٹھی مسیح''

تحریر: مرزا نصیر احمد صاحب ''چٹھی مسیح''

حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک مخلص رفیق حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ''چٹھی مسیح'' پنجاب کے دیہاتی احباب میں پنجابی شاعر کے طور پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کا وطن مالوف گوجرانوالہ شہر کے شمال مشرق میں موضع ترگڑی تھا جہاں آپ کا خاندان آباد تھا۔ آپ کی ولادت ۱۸۶۰ء میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد محترم محمد عثمان صاحب سے قرآن کریم پڑھا اور عام مروجہ تعلیم پائی اس کے بعد قریبی گاؤں موضع بلے والا کے سکول میں فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے دادا میاں غلام قادر تھے وہ دہلی سے آکر وزیرآباد میں سکونت پذیر ہوئے۔

ترگڑی: حضرت مولوی صاحب کا مولد و مسکن ترگڑی تھا جو چیمہ خاندان کے سکھوں کا گاؤں تھا اور ایک مقامی روایت کے مطابق تین بستیوں ''ترے گڑھی'' سے ترگڑی معروف ہوا۔ یہاں مسلمانوں کے علاوہ سکھ ہندو اور عیسائی بھی آباد تھے۔ یہاں کے لوگوں کو حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا تعارف مختلف ذرائع سے ہوا۔ گوجرانوالہ شہر اور بعض قصبات میں بھی صاحب علم لوگ موجود تھے جو مذہب سے گہرا تعلق اور دلچسپی رکھتے تھے اور حضرت اقدس کے زمانہ قیام سیالکوٹ سے متعارف تھے۔

حضرت مولوی صاحب کی بیعت: حضرت مولوی صاحب کی ایک بہن کی شادی حضرت منشی میراں بخش گوجرانوالہ سے ہوئی جو حضرت اقدس کے رفقاء ۳۱۳ مندرجہ انجام آتھم میں سے تھے (جبکہ دوسری بہن کی شادی حضرت میاں محمد عبداللہ صاحب آف جنڈ وساہی نزد ڈسکہ سے ہوئی) حضرت منشی میراں بخش صاحب کی تبلیغ سے اور پھر ایک خواب کی بنا پر حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ''چٹھی مسیح'' نے ۱۸۹۷ء/۱۸۹۸ء میں قادیان جاکر حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔

حضرت مولوی صاحب کے چار فرزند تھے جن میں سے مرزا نذیر حسین صاحب بچپن میں وفات پا گئے باقی تین بیٹے حضرت مرزا عبدالکریم صاحب، حضرت مرزا محمد حسین صاحب اور حضرت مرزا محمد علی صاحب بیعت کر کے رفقاء بانی سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ اس طرح آپ کی بہنوں اور بہنوئیوں، بیٹوں اور بہو سمیت کل ۹۔ افراد کو حضرت اقدس کے رفقاء میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ حضرت مولوی صاحب کی اولاد سے کئی افراد نے خدمت دین کی توفیق پائی۔ اور دنیوی لحاظ سے بھی اچھا مقام رکھتے ہیں۔ موضع ترگڑی میں احمدیت کے اس ابتدائی دور میں ہی ایک بڑی تعداد احمدیت قبول کر کے

حضرت اقدسؑ کے رفقاء میں شامل ہوگئی (میرے والد محترم) حضرت مرزا محمد حسین صاحب نے ۱۹۳۴ء کے ایک مضمون میں ۲۰۰ احمدی احباب کی تعداد تحریر کی ہے۔ اس طرح ترگڑی ضلع گوجرانوالہ کی بڑی دیہاتی جماعتوں میں سے ہے۔

حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پنجابی زبان کے ایک اچھے شاعر تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... کی ۱۹۴۷ء کی ایک رویاء ہے اس رویاء میں آپ (گاندھی جی سے گفتگو کرتے ہوئے) فرماتے ہیں:۔

''اسی اثناء میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب (ترگڑی والوں) کا خیال آ گیا جو پنجابی زبان میں نہایت عمدہ نظمیں کہتے ہیں۔ گاندھی جی سے کہتا ہوں کہ فلاں مولوی صاحب پنجابی زبان کے شاعر تھے اور وہ پنجابی زبان میں ایسے عمدہ مضامین باندھتے تھے جو نہایت اعلیٰ پایہ کے ہوتے تھے۔'' (بحوالہ رؤیا و کشوف سیدنا محمود صفحہ ۳۶۴_۶۵)

رسالہ ''چٹھی مسیح'': قبول احمدیت کے بعد آپ کی شاعری کا رخ تمام تر احمدیت کی اشاعت اور دعوت الی اللہ کی طرف پھر گیا اور آپ ہمہ تن دین کیلئے وقف ہوگئے بالخصوص ردعیسائیت کے لئے آپ نے خاص طور پر پنجابی میں نظمیں لکھیں اور اسی سلسلہ میں آپ نے رسالہ ''چٹھی مسیح'' منظوم پنجابی میں لکھا جس کی وجہ سے آپ زیادہ معروف ہوئے آپ کے جملہ منظومات میں سرفہرست یہی رسالہ ہے کیونکہ اس نظم کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگاہ میں شرف قبولیت و پسندیدگی عطا ہوا۔ ''چٹھی مسیح'' کا اصل عنوان یوں ہے:۔

''مولویاں دی چٹھی مسیح ابن مریم وَل تے اس دا جواب''

یہ پنجابی منظوم کلام عام علماء کے جذبات کی ترجمانی کے طور پر دراصل ایک شکایت نامہ تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا۔ یہ نظم آپ نے جون ۱۹۰۳ء میں لکھی اور پھر قادیان جا کر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پڑھ کر سنائی جسے سن کر حضرت اقدسؑ بہت خوش ہوئے۔ اس کا ذکر محترم حضرت مفتی محمد صادق صاحب ...... (جو اس مجلس میں موجود تھے) نے اپنی تصنیف ''ذکر حبیب'' میں یوں فرمایا ہے:۔

''مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ...... ساکن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ نے جب چٹھی مسیح پنجابی نظم میں تصنیف کی (پنجابی زبان میں خط یا نامہ کو چٹھی کہتے ہیں) تو انہوں نے اپنا مسودہ (بیت) مبارک میں بعد نماز مغرب مجلس میں کھڑے ہوکر پنجابی نظموں کے خوش الحانی سے پڑھنے کے طریقے میں سنایا۔ نظم پڑھتے ہوئے مولوی صاحب ایک خاص انداز سے اپنے شانوں کو بھی حرکت دیتے تھے۔ مضمون نظم کا یہ تھا کہ اس زمانہ کے مولویوں نے مسیح ناصری کو ایک خط لکھا ہے کہ تم مزے سے آسمان پر بیٹھ رہے ہو اور ہم اس عذاب میں گرفتار ہیں کہ زمین پر ایک شخص نے مسیح موعود کا دعویٰ کر دیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مسیح ناصری فوت

ہو گیا ہے وہ آسمان پر زندہ بجسم عنصری نہیں ہے اور جو آنے والا تھا وہ میں ہوں۔ امت محمدیہ کے ایک فرد کو اللہ تعالیٰ نے مسیح بنا دیا اس پر ایمان لاؤ۔ ہم تیری طرف سے بہتیرا جھگڑتے ہیں کہ تو جسم کے ساتھ آسمان پر بیٹھا ہے اور اسی جسم کے ساتھ زمین پر نازل ہوگا مگر وہ نہیں مانتا اور قرآن و حدیث اور عقلی دلائل اور تاریخی واقعات سے ہمیں جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ اب ہمارا بچاؤ صرف اسی میں ہے کہ تو جلدی آسمان سے نازل ہوتا کہ ہماری سچائی ثابت ہو۔

اس نظم کو سن کر تمام حاضرین جلسہ نہایت محظوظ ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور یہ نظم چھاپی گئی اور شائع ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں۔'' (ذکر حبیب صفحہ ۷۹۔۸۰)

حضرت مولوی صاحب نے ''چٹھی مسیح'' کا جواب بھی حضرت مسیح ناصری کی طرف سے نظم کی شکل میں تیار کر کے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں گورداسپور جا کر سنایا (ان دنوں حضورؑ مقدمہ کرم دین کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے گئے تھے) اور پھر خود حضرت اقدسؑ ہی کے ارشاد پر کہ ''اب اسے چھپوا دو'' آپ نے اس کو چھپوا دیا۔ حضرت اقدسؑ کی دعا اور توجہ کی برکت سے اسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

''چٹھی مسیح'' کا خیال حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ...... کو کیسے پیدا ہوا اس کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے تاہم ترگڑی کے ...... حضرت میاں اللہ دتہ صاحب جنجوعہ ...... رفیق بانی سلسلہ کے فرزند مکرم محمد صادق جنجوعہ صاحب (آف جرمنی) نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب نے ایک شعر ارتجالاً یوں ارشاد فرمایا۔

کیوں تاج امت دا رب دتا مرزے قادیان والے نوں
دکھ مولویاں نوں ڈاھڈا۔ پر ایہ رب دی بے پرواہی اے

یہ شعر آپ کے دوستوں کو بہت پسند آیا اور انہوں نے اصرار کیا اب اسی مضمون پر پوری نظم ہو جانی چاہئے چنانچہ یہ شعر ''چٹھی مسیح'' کا پیش خیمہ بن گیا۔ دوستوں کے اصرار کا حضرت مولوی صاحبؓ نے بھی خود ''چٹھی مسیح'' میں اشارۃً ذکر فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

اک اسماعیل ترگڑی اندر سادہ جیہا بندہ اے
جس مولویاں دی طرفوں ہو ایہ چٹھی نظم بنائی اے
تے میاں چراغ دین تے ہور غلام حسن کشمیری اے
جہاں اتنی لمبی چٹھی نت دن کہہ کہہ کے لکھوائی اے

حضرت مولوی صاحب نے میاں کرم رسول اور کرم علی کا بھی ذکر کیا کہ ان کی خواہش بھی یہی تھی کہ ایسی چٹھی نظم کہی جائے۔

دعوت الی اللہ کا شوق: حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ...... کو دعوت الی اللہ کا شوق جنون کی حد تک تھا طبیعت

مناظرانہ قسم کی نہیں تھی مگر تبلیغ اور اشاعت دین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ احمدیت قبول کرنے سے پہلے بھی آپ اپنے گاؤں میں سکھوں اور ہندوؤں کو (دین حق) کا پیغام پہنچاتے رہتے تھے۔ گاؤں کے اکثر لوگ آپ کے شاگرد تھے چنانچہ آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں آپ کے شاگردوں میں سے بعض نے حق قبول کر لیا۔ ان میں سے ایک کا نام جگومل اور دوسرے کا نام نہال چند تھا۔ دونوں آپ کے ہم عمر اور دوست بھی تھے اور دونوں ساہوکار تھے۔ ان کے علاوہ دو اور سکھوں کو بھی آپ نے دین حق میں داخل کیا۔ پھر ان کے بعد دو اور سکھوں کو آپ نے تبلیغ شروع کی مگر اس دوران گاؤں میں کافی شور پڑ چکا تھا۔ حضرت مولوی صاحب کی سخت مخالفت ہوئی۔ ان لوگوں نے اپنے لڑکوں کو حضرت مولوی صاحب کے پاس پڑھنے سے روک دیا اور گاؤں میں اذان بھی بند کر دی گئی جو کافی عرصہ بند رہی۔ تاہم آپ کا جوش اللہ تعالیٰ نے رائیگاں نہیں کیا اور آپ کی اس کامیاب دعوت الی اللہ کا پھل اللہ تعالیٰ نے آپ کو یوں عطا فرمایا کہ خود آپ کی ہدایت کے سامان کر دیئے اور آپ احمدیت کے نور سے منور ہو گئے۔ آپ کا یہ شوق جنون میں بدل گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد تر گڑی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء پر مشتمل ایک اچھی خاصی جماعت قائم ہو گئی۔

ردّ عیسائیت: تر گڑی میں اکثر عیسائی پادری اپنے مذہب کی تبلیغ کیلئے آتے رہتے تھے اس لئے حضرت مولوی صاحب کو ان کے عقائد پر پنجابی اشعار کے ذریعہ سے ضرب کاری لگانے کا موقع ملتا رہتا تھا۔ چنانچہ آپ نے ''ردّ نصاریٰ'' اور ''ردّ کفارہ'' اور ''مسدس اور وفات مسیح'' وغیرہ موضوعات پر بہت مؤثر پنجابی نظمیں لکھیں مگر ان نظموں میں زیادہ تر مسیحی مخاطب تھے۔ وفات مسیح کے اثبات کے سلسلہ میں ''چیٹھی مسیح'' بہت مؤثر ثابت ہوئی۔

آپ کی وفات: حضرت مولوی صاحب نے ۲۴ مارچ ۱۹۲۴ء کو گوجرانوالہ میں وفات پائی اور تر گڑی میں مدفون ہوئے آپ کی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... کی خدمت میں وفات کی خبر پہنچی تو آپ نے ۲۸ مارچ کو بعد نماز جمعہ حضرت مولوی صاحب کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور فرمایا:۔ ''ان کی بعض نظموں نے تبلیغ میں بہت مدد دی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی کتاب چیٹھی مسیح کو بہت پسند کیا تھا۔'' (الفضل قادیان ۴۔ اپریل ۱۹۲۴ء)

نمونہ کلام ''چیٹھی مسیح'': آپ کے پنجابی منظوم کلام کے کچھ اشعار نمونۃً ہدیہ قارئین ہیں:۔

سب حمد ثنا تعریف اسنوں جس سب مخلوق اُپائی اے
کوئی ہور شریک نہ سیری اسدا۔ اسدی وچہ خدائی اے

اوہ لاشریک تعالےٰ ہے سب خلقت دا رکھوالا ہے
بس اسدا شان نرالا ہے کسے کنہ نہ اسدی پائی اے

جس بھیجیا نبی محمدؐ نوں کر خاتَم کل نبیاں دا جو اسدی مہر بغیر نہ پچھوں کسے نبوت پائی اے
جو آکھن عیسیٰ آویگا جو بیٹھا ہے آسماناں تے اوہ مہر دی توڑیگا جو پیغمبر اسرائی اے
دجال جو دشمن دین دا ہوسی اوہ اسنوں آ کر مارے گا اوہ ایسے خاطر آسماناں تے بیٹھا دا لگائی اے
نہ اللہ ایہ فرمایا اے نہ حضرت نے سمجھایا اے کجھ سمجھ نہ آوے اینہاں نوں ایہ سند کتھوں ہتھ آئی اے
ایہہ شان رسول محمدؐ دا جو سرور سب سرداراں دا جس خلعت ختم نبوت دی بس خاص جنابوں پائی اے
و ھو امامکم منکم وچہ آون والے مہدی دا لا مہدی الا عیسیٰ کہہ کر بات صحیح سمجھائی اے
بس حاصل مطلب ایہہ جو نہ کوئی باہر تھیں ہور آویگا خود نوکر میری امت تھیں جس ملنی ایہہ وڈیائی اے
جس دا نام غلام احمدؑ ہے مرزا ذات جو اندر قادیاں دے سلمان فارس دی قوموں خبر اس پہلے نبیؐ بتائی اے
ایہہ ساڈے جیہا بندہ امت نبی محمدؐ وچوں اے اساں ایسے بندے نال نہ ہرگز کرنی صلح صفائی اے
تے نالے سن دے ساں اوہ مہدی مفت خزانے ونڈیگا ایہہ الٹا چندے منگے۔ سانوں دے نہ دھیلا پائی اے

(ایک روایت کے مطابق حضرت اقدس علیہ السلام مندرجہ بالا شعر پر بہت ہنسے)

پئے ول آسمان تکیندے نے کد عیسیٰ نازل ہوندا اے پر ہے افسوس نہ کسے بی اجتک چٹھی لکھ پوچائی اے
اک چٹھی لکھنی چاہئے اندر خدمت حضرت عیسیٰ دی انہاں مولویاں نوں جنہاں رل کے مہر کفر دی لائی اے
جو بعد سلام نیاز تے پچھے شوق نہایت ملنے دے ایہ چٹھی اساں نیاز منداں وچہ خدمت حضرت آئی اے
اس قادیان والے مرزے سانوں تنگ نہایت کیتا اے اساں ایسے کارن حضرت آپنوں ایہ تکلیف پوچائی اے
اے عیسیٰ پہنچ شتابی آن خبر لے اپنی امت دی اس قادیاں والے مرزے تیری امت اوجھڑ پائی اے
اساں زور بتیرا لایا روکیا لوکاں نوں اتے اسنوں بھی پر سب نوں اوس رکیدیا ساڈی پیش نہ جاندی کائی اے
جے بیٹھا ایں تاں اٹھ جے اٹھیا رستہ پکڑ شتابی توں آ مار اُڈاری جلدی کرنی قادیاں طرف چڑھائی اے
یا آ شتابی اس دے ہتھوں ساڈی جان بچائیں توں یاں لے چل اپنے پاس اساڈی کویں ہووے رہائی اے
جے ویلے وقت نہ آئیوں پھر کی فائدہ تیرے آوندا کیا روز حشر نوں آویں جتھے ساری جمع لوکائی اے
اساں خبر دتی کر تینوں تے ہن اگوں تیری مرضی اے ایہ قادیاں والا مرزا تیرا بہت بڑا ویرائی اے
جے آون اجے نہ تیرا سانوں لکھ جواب اس چٹھی دا ایہ چٹھی ایسے خاطر آپ دی خدمت وجہ پوچائی اے
اک اسمٰعیل ترگڑی اندر سادہ جیہا بندہ اے جس مولویاں دی طرفوں ہو ایہ چٹھی نظم بنائی اے

☆..........☆..........☆..........☆

محنت میں عظمت

تحریر: ریاض محمود باجوہ صاحب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ انسان کی کوشش اور جدو جہد یقیناً ثمر آور ہے۔ قرآن کریم کی سورہ النجم میں ہے: ۔(ترجمہ) انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنی کوشش کا نتیجہ ضرور دیکھ لے گا اور اس کو پوری جزا مل جائے گی۔

O حضرت مقداد بن معدی کربؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اپنے ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی سے بہتر کوئی روزی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔''

(بخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل و عمله بیده)

O اسی طرح آنحضرت ﷺ نے پاکیزہ خوراک کی تعریف یہ فرمائی کہ

''جو تم خود کما کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری عمدہ کمائی میں شامل ہے۔'' (ترمذی ابواب الاحکام)

O آپؐ سوال کرنے اور مانگنے کو سخت ناپسند کیا کرتے تھے۔ بخاری کتاب الزکوٰۃ میں حضرت زبیرؓ کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''تم میں سے جو شخص رسی لے کر جنگل میں جاتا ہے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر بازار میں آتا ہے اور اسے بیچتا ہے اور اس طرح اپنا گزارہ چلاتا ہے اور اپنی آبرو اور خودداری پر حرف نہیں آنے دیتا وہ بہت ہی معزز ہے اور اس کا یہ طرز عمل لوگوں سے بھیک مانگنے سے ہزار درجہ بہتر ہے نہ معلوم وہ لوگ اس کے مانگنے پر اسے کچھ دیں یا نہ دیں۔''

آنحضرت ﷺ کے پاس اگر کوئی سوالی بن کر آتا تو آپؐ اس کو محنت کر کے رزق کمانے کی تحریک کرتے۔

O ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ ''ایک انصاری سوالی بن کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارے گھر میں کچھ ہے اس نے عرض کیا ایک چادر ہے جسے آدھا بچھاتا ہوں اور آدھا اوڑھتا ہوں اور ایک چھاگل ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ دونوں چیزیں لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہو گیا۔ حضورؐ نے ان کو لے کر فرمایا۔ یہ دونوں چیزیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ حضورؐ نے دو تین مرتبہ فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے۔ اس پر ایک اور شخص نے کہا کہ میں دو درہم میں خریدتا ہوں۔ حضورؐ نے وہ چیزیں اسے دو درہم میں دے دیں۔ اور اس انصاری کو کہا کہ یہ لو ایک درہم سے کھانے پینے کی چیزیں خرید کر گھر دیدو اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ کلہاڑی خرید کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور علیہ السلام نے اس میں خود لکڑی کا دستہ ڈالا اور اس شخص سے فرمایا: جاؤ اور اس سے لکڑیاں کاٹ

کاٹ کر فروخت کرو اور پندرہ دن سے پہلے میں تجھے ادھر آتا نہ دیکھوں۔ وہ شخص لکڑیاں کاٹ کر اور لا کر بیچتا رہا یہاں تک کہ وہ جب حضورؐ کے پاس آیا تو اس نے دس درہم کما لئے تھے۔ چنانچہ ان درہموں سے اس نے کچھ کے کپڑے خریدے اور کچھ کا کھانے پینے کا سامان خریدا۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ تیرے لئے خود کما کر کھانا اس بات سے زیادہ اچھا ہے کہ تو در در مانگتا پھرے اور قیامت کے دن اس حالت میں اللہ کے حضور آئے کہ تیرا چہرہ خراش زدہ ہو۔ دیکھو مانگنا صرف تین شخصوں کیلئے جائز ہے۔ ایک وہ شخص جو غربت کی وجہ سے پس گیا ہو۔ دوسرے وہ شخص جس پر ناحق مصیبت آپڑی ہو اور اس قرض کے بوجھ تلے دب گیا ہو اور اس کے ادا کرنے کی کوئی صورت نہ دیکھتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کے ہاتھ سے کوئی غلطی سے قتل ہو گیا ہو اور اس وجہ سے اس نے دیت یعنی خون بہا ادا کرنا ہو۔''

محنت کی اہمیت کے بارہ میں حضرت اقدس نے اپنی کتاب ضیاء الحق میں فرمایا:۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی　　خوب گفت آں قادر ربّ الوریٰ
یادگار مولوی در مثنوی　　ہم دریں معنی ست گر تو بشنوی
''گندم از گندم بروید جَو ز جَو　　از مکافات عمل غافل مشو''

دیانت محنت اور علم تین صفات اگست ۱۹۰۷ء کی بات ہے کہ سلسلہ حقہ کے واسطے ایسے واعظ مقرر کرنے کا ذکر چل رہا تھا جو مختلف شہروں اور گاؤں میں جا کر وعظ بھی کریں اور دین حق کی خدمت کے لئے چندے بھی جمع کریں اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تین اہم صفات کے پائے جانے کا ذکر فرمایا:۔

''جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے۔ اور وہ صفتیں یہ ہیں۔ دیانت۔ محنت۔ علم۔ جب تک یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں۔ تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص دیانتدار اور محنتی بھی ہو لیکن جس کام میں اس کو لگایا گیا ہے۔ اس فن کے مطابق علم اور ہنر نہیں رکھتا۔ تو وہ اپنے کام کو کس طرح سے پورا کر سکے گا۔ اور اگر علم رکھتا ہے، محنت بھی کرتا ہے دیانتدار نہیں تو ایسا آدمی بھی رکھنے کے لائق نہیں۔ اور اگر علم و ہنر بھی رکھتا ہے۔ اپنے کام میں خوب لائق ہے اور دیانت دار بھی ہے مگر محنت نہیں کرتا تو اس کا کام بھی ہمیشہ خراب رہے گا۔ غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۶۹)

ہنر سیکھیں: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود...... نے متعدد بار احباب جماعت کو اور خصوصاً نوجوانوں کو محنت کرنے اور ہنر سیکھنے کی طرف توجہ دلائی۔ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ پاکستان منعقدہ اکتوبر ۱۹۵۰ء کے موقعہ پر آپ نے فرمایا:۔

''ایک اور بات جس کی طرف میں نے پہلے بھی کئی دفعہ توجہ دلائی ہے۔ مگر اب تک توجہ نہیں کی گئی یہ ہے کہ ہر خادم کو کوئی

نہ کوئی ہنر آنا چاہئے۔ پڑھنا لکھنا غیر طبعی چیز ہے اور ہنر ایک طبعی چیز ہے۔ جو ہر جگہ کام آ سکتی ہے۔ مثلاً معماری ہے۔ لوہارا ہے نجاری ہے یا اسی قسم کے اور پیشے ہیں۔ پیشہ ور ہر جگہ اپنے گزارے کی صورت پیدا کر لیتا ہے۔ اور لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ کو اگر اچھی عربی آتی ہے اور آپ افغانستان چلے جائیں۔ تو آپ کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن اگر آپ لوہار کا یا نجار کا کام جانتے ہیں۔ یا آپ درزی ہیں یا آپ جوتا بنانا جانتے ہیں۔ تو آپ کی بڑی قیمت ہے۔ اسی طرح آپ کو اچھی انگریزی آتی ہے اور آپ آزاد علاقے میں چلے جائیں۔ تو آپ کی کوئی قیمت نہیں لیکن اگر آپ لوہارا کام جانتے ہیں یا اچھے بڑھئی ہیں تو وہ آپ کو سر پر اٹھالیں گے یہی حال جرمنی اور فرانس وغیرہ کا ہے وہاں بھی محض علم کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن اگر آپ کو کوئی پیشہ آتا ہے تو آپ کی بڑی قیمت ہے۔......... مختلف قسم کے پیشے اور ہنر جاننا غیر ملکوں میں جانے کیلئے بڑی سہولت پیدا کرنے والی چیز ہے اور ان کے ذریعہ وہاں آسانی سے روزی کمائی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ہماری جماعت کی ترقی میں بھی ان پیشوں کا بہت حد تک دخل ہے۔'' (مشعل راہ صفحہ ۶۸۶۔۶۸۷)

زیادہ سے زیادہ محنت کی عادت ڈالو: آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ایک اجلاس میں فرمایا:۔

''دوسری چیز محنت ہے۔ یہ خلق بھی ہمارے ملک میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ اور (پہلوں) کی تباہی کا زیادہ تر موجب یہی تھا کہ ان میں محنت کی عادت جاتی رہی تھی۔ جتنے وقت میں ہمارے نوجوان ایک چھوٹا اور ادنیٰ علم سیکھ سکتے ہیں۔ وہ درحقیقت دنیا میں چوٹی پر پہنچنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ ہمارے نوجوان ۲۵۔۲۸ سال کی عمر میں کالج سے فارغ ہوتے ہیں۔ لیکن دنیا کے دوسرے ممالک کے لوگ اس عمر میں چوٹی تک پہنچ جاتے ہیں۔ جس وقت ہمارے نوجوان کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے ممالک کے لوگ اس وقت تک ملک میں کافی شہرت حاصل کر لیتے ہیں ان کے کام کا زمانہ پندرہ سولہ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے لیکن ہمارے نوجوان ۲۵۔۲۵ سال کی عمر تک ماں باپ کی کمائی پر پلتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے اندر محنت کی عادت نہیں پائی جاتی۔ انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ بزرگوں کا فرض ہے کہ وہ ہمیں کھلائیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہمارا بھی کوئی فرض ہے۔''

''دنیا میں یہی طریق ہوتا ہے کہ اگلا شخص نیچے کی طرف حرکت کرتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ نوجوان جونکوں کی طرح والدین کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں انہیں یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ خود کمائیں۔ اپنے والدین کو کھلائیں۔ اور اپنی اگلی نسل کا خیال رکھیں۔ اس کے بالمقابل یورپ کے لوگ پندرہ پندرہ سولہ سولہ سال کی عمر میں اپنی زندگیاں بدل لیتے ہیں ایک دفعہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے مجھے سنایا کہ میں امریکہ گیا اور ان دنوں صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی (مرحوم) وہاں تھے۔ انہوں نے ایک لڑکے کو میرے ساتھ لگا دیا۔ کہ وہ میرے ساتھ رہے۔ اس لڑکے کی عمر ۱۳۔۱۴ سال کی تھی۔ ایک دن

جب میں سیر کیلئے باہر گیا۔ تو میں نے اس لڑکے سے اس کے والد کا نام پوچھا اس نے ایک بڑے بنکر (Banker) کا نام لیا۔ جو بہت مالدار تھا۔ تعلیم کے متعلق میں پہلے پوچھ چکا تھا۔ کہ وہ مڈل یا انٹرنس جو وہاں کی ابتدائی تعلیم ہوتی ہے۔ پاس ہے میں نے اس لڑکے سے کہا۔ تمہارا باپ بہت امیر ہے۔ تم کالج میں کیوں تعلیم حاصل نہیں کرتے۔ جب سامان میسر ہیں تو تم نے اپنی تعلیم بیچ میں کیوں چھوڑ دی۔ وہ لڑکا غصہ سے کہنے لگا۔ میں اتنا بے غیرت نہیں کہ اپنے ماں باپ سے خرچ لے کر مزید تعلیم حاصل کروں۔ میرا والد مزید تعلیم کے لئے مجھے اخراجات دیتا تھا۔ لیکن میں نے کہا۔ میں نے پڑھنا ہوگا تو خود محنت کر کے پڑھوں گا۔......... لیکن ہمارے ملک میں لڑکے کئی سال تک فیل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم اپنے والدین پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔.........

پس تم زیادہ سے زیادہ محنت کی عادت ڈالو جب تک تم محنت کی عادت نہیں ڈالو گے اس وقت تک یہ امید کرنا کہ تم کوئی مفید کام کرسکو گے غلط ہے۔'' (مشعل راہ صفحہ ۱۱۷ تا ۱۳۱۷)

مثالی محنت کی ضرورت: جلسہ سالانہ بیلجیئم منعقدہ جون ۲۰۰۰ء کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے سوال کرنے سے بچنے اور محنت وسعی کی عظمت کے متعلق نصائح کرتے ہوئے فرمایا:۔

''حدیث میں ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا یہ بہت عظیم الشان کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا مجھے کچھ عطا فرمائیں۔ آنحضورؐ نے عطا فرمایا۔ انہوں نے پھر عرض کی کہ مجھے کچھ عطا فرمائیں آنحضور ﷺ نے پھر عطا فرمایا۔ اور فرمایا یقیناً یہ مال بہت میٹھا ہے لیکن برکت بے نیازی میں ہے۔ مانگنے والا کھاتا جاتا ہے مگر اس کی بھوک ختم نہیں ہوتی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا جہنم کے بارے میں بھی یہی آتا ہے کہ جہنم بھر دی جائے گی اور پھر بھی کہے گی اور بھی کچھ ہے؟ لالچی کا پیٹ نہیں بھرتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر ساری دنیا بھی اسے دے دی جائے تو کہے گا اور بھی دے۔ حضرت حکیمؓ بن حزام نے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا حتیٰ کہ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اور پھر حضرت عمرؓ نے ان کو ان اموال میں سے دیا جو مسلمانوں کو دیئے جاتے تھے مگر انہوں نے انکار کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں حکیمؓ بن حزام کے بارے میں لوگوں کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ ان کو ان کا حق پیش کیا گیا مگر انہوں نے نہیں لیا۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا باقی صحابہ کو جب دیا جاتا تھا تو وہ لے لیتے تھے مگر چونکہ حضرت حکیمؓ بن حزام کو آنحضرت ﷺ نے کہہ دیا تھا لہٰذا انہوں نے مرتے دم تک کچھ قبول نہ کیا۔.........''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ذاتی نمونہ: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو کام انسان خود نہ کرے اس کی دوسروں کو نصیحت نہیں کرنی چاہئے۔ کوئی میرے بارے میں شاید خیال کرتا ہو کہ میں نے محنت کا کوئی کام نہیں کیا ورثہ ہی پایا ہے۔ اس لئے میں اپنی محنت کے حالات بتاتا ہوں۔ (حضور رحمہ اللہ نے فرمایا) میں نے جو خود زمینداری کی ہے میں اتنی محنت کیا کرتا تھا کہ آپ میں سے بہت سے ایسی محنت نہیں کر سکتے۔ میں مزدوروں کی طرح اڑھائی من کی بوری اٹھاتا رہا ہوں۔ تا کہ کام کرنے والے مزدوروں کو پتہ لگے کہ یہ کام ایسا نہیں جو میں نہ کر سکوں۔ میں اپنی فصل کو اپنے سائیکل پر لاد کر گھر پہنچایا کرتا تھا۔ میں اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے اپنی زمین پر کام کیا کرتا تھا۔ (حضور نے فرمایا کہ) میں نے لندن میں یہ کام کیا کہ اخبار کے بھاری بھاری پیکٹ رات سے صبح تک آٹھ گھنٹے مسلسل اٹھا کر رکھتا تھا اور جب ہم سمجھتے تھے کہ کام ختم ہوا تو عین اس وقت دوسرا ٹرک پہنچ جاتا تھا۔ وہ کام ختم کرتے تو تیسرا ٹرک آ جاتا تھا۔ اس میں اتنی شدید جسمانی مشقت ہوتی کہ گھر واپس آتا تو تھکن سے بخار چڑھ جاتا تھا۔ مگر میں آرام کر کے تھکاوٹ اتار کر پھر کام پر پہنچ جاتا تھا۔ یہ کام میں نے مسلسل ایک ماہ انگلستان میں گرمیوں میں کیا۔''

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ نہ سمجھیں کہ میں محنت کی قدر نہیں جانتا۔ اب بھی اللہ کے فضل سے آپ لوگوں کی خاطر ہر قسم کی محنت کرتا ہوں۔ اس میں جسمانی محنت بھی شامل ہے۔ آپ سے ملاقاتیں کرتا ہوں آپ کو پتہ نہیں کہ اس میں کتنی محنت صرف ہوتی ہے جتنی خدا نے مجھے توفیق دی ہے اس کے مطابق محنت کرتا ہوں۔ اصل برکت محنت میں ہے۔ محنت کے وقار کو قائم کریں۔ اتنی محنت کریں کہ دنیا محنت کا طریق ہم سے سیکھے۔''

حضورؒ نے جماعت کے ایک جلسہ کا ذکر فرمایا:

''خدام نے جلسہ گاہ کی تیاری کے لئے لگایا جانے والا ٹینٹ بڑی محنت سے بہت کم وقت میں کھڑا کر دیا۔ انتظامیہ کے ایک افسر کو جب یہ بتایا گیا تو اس نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہماری معاوضہ لینے والی لیبر بھی اتنی زیادہ محنت نہیں کر سکتی یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ غلط کہہ رہے ہیں میں خود آ رہا ہوں دیکھنے کیلئے۔ وہ افسر آیا تو کام کی مقدار دیکھ کر حیران رہ گیا۔''

حضورؒ نے فرمایا۔

''اب...... جو باتیں میں نے بیان کی ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر دعا کریں۔ دنیا میں بہت سے محنت کرنے والے ایسے ہیں جو اپنی محنت کے حق سے محروم ہیں آپ لوگ خوش نصیب ہیں کہ آپ ان میں سے ہیں جن کو ان کی محنت کا پھل ملتا ہے۔

(خلاصہ خطاب مطبوعہ الفضل ربوہ ۷ جولائی ۲۰۰۰ء صفحہ ۱۔۲)

پس یہ واضح ہے کہ اگر محنت میں عظمت و برکت کا حصول ہمارا مطمع نظر ہو تو ہماری دینی اور دنیوی ترقیات اعلیٰ مقام حاصل کریں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مطمع نظر کو حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مجلس انصار اللہ مقامی کے زیراہتمام ایک تقریب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں

مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کا خطاب

مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ کے زیراہتمام مورخہ ۲۸ جنوری ۲۰۰۴ء کو ۴ بجے شام دفاتر انصاراللہ پاکستان کے ہال میں ایک علمی نشست منعقد کی گئی۔ جس میں محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب لندن نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بارے میں کچھ یادیں اور بعض تاریخی واقعات بیان کئے۔ مکرم مولانا صاحب نے حضورؒ کے معمولات زندگی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ لندن میں ورود کے بعد حضورؒ کی زندگی بے حد مصروف گزری۔ رات گئے تک حضورؒ کی احباب سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہتا اور جماعت ہائے احمدیہ کی طرف سے آئے ہوئے خطوط اور رپورٹیں ملاحظہ فرماتے۔

حضور صبح کی سیر کے لئے جاتے تو چند کلومیٹر دور ایک سیرگاہ میں جاتے ہوئے آپ کا معمول تھا کہ کچن کی بچی ہوئی کھانے پینے کی اشیاء ساتھ لے جایا کرتے جو پارک کے تالاب میں موجود پرندوں کو دیتے۔ یہ پرندے Seagall اس قدر مانوس ہو گئے کہ حضور چند روز پارک میں نہ جا سکے تو ان پرندوں نے حضور کی قیام گاہ کا رخ کیا۔ حضور کو علم ہوا تو آپ نے فوری طور پر ان کی ضیافت کا انتظام کیا اور کچن سے ڈبل روٹی اور دوسری کھانے کی اشیاء سے ان Seagalls کی تواضع کی ان پرندوں کا چند روز یہی معمول رہا۔ حضور کی شفقت سے ان پرندوں میں کیسی مانوسیت پیدا ہوئی کہ وہ اس مقدس وجود کا راہ تکتے رہے یہاں تک کہ حضور کی قیام گاہ تک پہنچ گئے۔ آپ نے بتایا کہ حضورؒ کی بچوں کیلئے کلاس کا بے تکلف ماحول بھی ایک عجیب نظارہ تھا جس سے بچے ہی نہیں بلکہ بڑے بھی بہت کچھ سیکھتے۔ جو شخص بھی حضور کی ملاقات کیلئے آتا وہ آپکی بے تکلف گفتگو سے اپنے آپ کو اتنا قریب محسوس کرتا اور اس پاکیزہ صحبت سے اس قدر استفادہ کرتا کہ اپنے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کرتا۔ پروگرام بھی نہایت دلنشین ہوتے۔ تقریب کے اختتام پر مکرم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نائب صدر مجلس انصاراللہ نے دعا کروائی اور مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب زعیم اعلیٰ ربوہ نے مہمان کا شکریہ ادا کیا۔ (ادارہ)

بقیہ از صفحہ ۲۶ :-

ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے اور قید خانہ میں پڑے ہوئے کو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے جو وحی لے کر جاتے تھے کیا ''اِلٰہ'' کہہ کر اس کا منہ چڑا رہے تھے۔ اور اِلٰہ بھی الفرید یا منفرد؟ کہ جس اِلٰہ کی مثال دنیا میں موجود نہیں۔ اگر یہ منہ چڑانا نہیں تھا۔ تو پھر ایسی وحی میں معقولیت کیا تھی؟

(ج) اگر یہ وحی نہ تھی تو کیا بہاء اللہ بیچارے کا علم اور معرفت اِلٰہ حقیقی کے بارے میں اسی قدر تھی۔ کہ اِلٰہ کو ہاتھ کڑیاں بھی لگ سکتی ہیں اور جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بند اور قید بھی کیا جا سکتا ہے؟ کیا جو شخص الوہیت کے بارے میں ایسی سوچیں رکھنے والا ہو۔ وہ قرآن کریم جیسی کامل شریعت کو منسوخ کرنے کا اہل ہو سکتا ہے؟ (جاری)

اخبار مجالس

(۱) مجلس انصاراللہ مغلپورہ لاہور کی مساعی: O یوم مصلح موعود مورخہ ۲۰ فروری ۲۰۰۴ء کو اجلاس مصلح موعود منعقد ہوا جس میں ۷۹ انصار ۵۹ خدام اور ۶۵ اطفال نے شرکت کی۔ اس موقع پر مکرم قریشی نصیر احمد صاحب مربی سلسلہ احمدیہ نے پیشگوئی مصلح موعود کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

O **پکنک** مورخہ ۲۹ فروری کو جلو پارک میں انصاراللہ نے ایک پکنک منائی گئی۔ جس میں ۳۵۔ انصار نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے جس میں کلائی پکڑنا، فٹ بال، پیدل چلنا اور سائیکل چلانے کے مقابلے ہوئے۔ آخر میں پکنک میں شریک افراد کی ریفریشمنٹ کا انتظام کیا گیا۔ (رپورٹ: محمد سرور صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ مغلپورہ لاہور)

(۲) مجلس انصاراللہ چک ۴۶ شمالی سرگودھا O **میڈیکل کیمپ:** مورخہ ۱۹ مارچ ۲۰۰۴ء کو چک ۴۶ شمالی میں ایک (ہومیو) میڈیکل کیمپ لگایا گیا جس میں مکرم ڈاکٹر ناصر محمود صاحب آف بجکہ نے خدمات سرانجام دیں ان کی معاونت مکرم محمد احسن سعید صاحب مربی سلسلہ نے کی۔ ساڑھے چار گھنٹے کے دوران ۱۰۶ مریضوں کی تشخیص کر کے مفت ادویات فراہم کی گئیں۔ کیمپ لگانے میں مکرم محمد اشرف ڈھڈی صاحب صدر جماعت احمدیہ کا بھی تعاون رہا۔ (زعیم حلقہ)

(۳) مجلس انصاراللہ دارالذکر فیصل آباد O **تربیتی کلاس نومبائعین:** مورخہ ۱۹ مارچ ۲۰۰۴ء کو مجلس انصاراللہ دارالذکر نے تربیت نومبائعین کلاس کا اہتمام کیا جس میں لجنہ اماء اللہ سے بھی تعاون حاصل تھا۔ اس موقعہ پر حضور انور کا خطبہ جمعہ (غانا جنوبی افریقہ Live) دکھایا گیا اور تربیتی موضوعات بیعت کی حقیقت اور تعلیم جماعت احمدیہ پر تقاریر ہوئیں اس کلاس میں ۲۰۔ افراد نے شرکت کی۔ (رپورٹ زعیم اعلیٰ حلقہ دارالذکر فیصل آباد)

(۴) مجلس انصاراللہ مارٹن روڈ کراچی O **ریفریشر کورس:** مورخہ ۳ مارچ ۲۰۰۴ء کو مجلس عاملہ مارٹن روڈ کے یک روزہ ریفریشر کورس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مجلس انصاراللہ پاکستان کے نمائندہ مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب شامل ہوئے۔ اس اجلاس کا دورانیہ ۴ گھنٹے تک رہا۔ ۱۴۔ اراکین عاملہ نے شرکت کی۔ مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف نے تفصیلی ہدایات سے نوازا۔ شعبہ تربیت مال، ایثار، صحت جسمانی اور عمومی کے بارہ میں منتظمین کو ذمہ داریاں ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ (رپورٹ: مبشر احمد بٹ صاحب منتظم عمومی)

(۵) مجلس انصاراللہ گلشن جامی کراچی کی مساعی O **الوداعی تقریب:** مورخہ ۲۰ مارچ ۲۰۰۴ء

کو مجلس انصاراللہ گلشن جامی نے مکرم چوہدری سعید احمد صاحب سابق زعیم اعلیٰ کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب کا انتظام کیا جس میں مکرم سفیر احمد باجوہ صاحب نئے زعیم اعلیٰ نے مکرم چوہدری صاحب کے ۶ سالہ دورِ زعامت پر مجلس کی ترقی اور حسن کارکردگی پر خراج تحسین پیش کیا اس تقریب میں مکرم مظفر احمد باجوہ صاحب مربی سلسلہ، مکرم سلیمان شاہد صاحب نائب ناظم تجنید اور مکرم صغیر احمد صاحب چیمہ سیکرٹری مال کراچی نے بھی اچھی مساعی پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آخر میں مکرم چوہدری سعید احمد صاحب نے اس تقریب کے انعقاد پر مجلس کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقعہ پر دعوت عشائیہ ہوئی اور دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

○ **ذیابیطس کے موضوع پر سیمینار:** مورخہ ۲۶ مارچ کو ذیابیطس کے موضوع پر مجلس کی طرف سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس میں مٹھی نگر پارکر سندھ میں ایک لمبا عرصہ خدمات بجالانے والے مکرم ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے ایک مفید اور معلوماتی لیکچر دیا۔ جس میں ذیابیطس مرض کی علامات احتیاطی تدابیر اور علاج پر روشنی ڈالی۔ آپ نے سیر اور ورزش کے بارہ میں بھی ہدایات دیں۔ آخر میں سوالات کے جواب دیئے گئے۔ اس پروگرام میں ۵۲ انصار کے علاوہ خدام واطفال نے بھی شرکت کی۔ (رپورٹ: چوہدری مبارک احمد صاحب منتظم صحت جسمانی)

(۶) مجلس انصاراللہ ٹاؤن شپ لاہور ○ **تربیتی و ورزشی پروگرام:** ۲۶ مارچ ۲۰۰۴ء کو مجلس ٹاؤن شپ نے ایک تربیتی اور ورزشی پروگرام نواز شریف پارک ماڈل ٹاؤن میں منعقد کیا۔ اس پروگرام میں ۵۸ انصار نے شرکت کی۔ گولہ پھینکنا، کلائی پکڑنا، میرو ڈبہ اور آہستہ سائیکل چلانے کے مقابلہ جات ہوئے۔ اس موقعہ پر تربیتی اجلاس بھی ہوا جس میں سیر، پکنک اور تفریحی پروگراموں کی افادیت بتائی گئی۔ پروگرام کے آخر میں ریفریشمنٹ کا بھی انتظام کیا گیا۔

(رپورٹ: بشارت احمد بٹ زعیم اعلیٰ)

(۷) مجلس انصاراللہ ضلع راولپنڈی: ○ **سہ ماہی تربیتی پروگرام:** مجلس انصاراللہ ضلع راولپنڈی کا سہ ماہی تربیتی پروگرام مورخہ ۷ مارچ ۲۰۰۴ء کو بیت الحمد میں منعقد کیا گیا اس پروگرام میں ہر زعامت علیا سے زعیم اعلیٰ و سیکرٹری تربیت سیکرٹری تعلیم اور سیکرٹری دعوت الی اللہ کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ اس طرح ہر مجلس کے زعیم کے علاوہ مجلس عاملہ کے ایک ایک رکن کو مدعو کیا گیا تھا اس تربیتی پروگرام میں مکرم لطیف احمد جھمٹ قائد وقفِ جدید اور مکرم عبدالسمیع خاں صاحب نمائندہ نے شعبہ جات کے بارہ میں تفصیلی ہدایات دیں۔ نیز مکرم قائد صاحب وقفِ جدید نے اسناد بھی تقسیم کیں اور دعا کے ساتھ یہ پروگرام بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں ۴۳ عہدیداران نے شرکت کی۔ (رپورٹ: ناظم انصاراللہ ضلع)



(گروپ فوٹو)
مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
(صدر مجلس مشاورت)
اور مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
(صدر مجلس انصار اللہ پاکستان)
مجلس عاملہ انصار اللہ دارالذکر فیصل آباد کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔



سپورٹس ریلی منعقدہ مارچ ۲۰۰۴ء کی ایک محفل میں
مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب اپنا کلام پیش کر رہے ہیں۔



(گروپ فوٹو) مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب
ایک دعوت استقبالیہ کے موقعہ پر
ماہنامہ انصار اللہ کی مجلس ادارت اور عملہ دفتر کے ساتھ

Monthly ANSARULLAH May 2004
Ph: 04524-212982
EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR Regd. # : CPL-34/CR-03

''تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے''

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا- ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے- یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا- سو تم اس مقصد کی پیروی کرو- مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو-

اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لیے وہ راہ اختیار کرو جو اُس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے- اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اُس فتح سے بہتر ہے جو موجبِ غضبِ الٰہی ہو- اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے- اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا- خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے- لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے- اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں- اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے- لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں- خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے- وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے- تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے- انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ- جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدمِ صدق نہیں رکھتا......''

(الوصیت صفحہ ۸-۹ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶-۳۰۷)

نماز کی فرضیت و برکت

مرتبہ: جاوید احمد جاوید صاحب

عبادت اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کرنے کا نام ہے۔ان میں ایک اہم حکم قیام نماز کا ہے۔جس کی قرآن کریم میں کئی بار مختلف پیرایوں میں تاکید ہے۔اس کے فوائد اور برکات بیان ہوئے ہیں۔

نماز کی فرضیت: اللہ تعالیٰ نے اس کا قیام ایمان لانے والوں پر فرض قرار دیا ہے۔چنانچہ وہ فرماتا ہے۔

''اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَّوْقُوْتاً.'' (سورۃ النساء آیت ۴)

یعنی ''یقیناً نماز مومنوں پر ایک وقت مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے''

آنحضرت ﷺ نے جو دین کے پانچ ستون بیان فرمائے ہیں۔اُن میں دوسرا ستون قیام نماز کو قرار دیا۔اور اس کے ترک کرنے والے کو دین کا منکر قرار دیا۔اور اس کی ادائیگی نہ کرنے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

(ترجمہ) ''میرا دل چاہتا ہے۔کہ دو نوجوانوں کو ساتھ لوں۔اور لکڑیوں کے گٹھے اُن کے سروں پر رکھ کر ایسے لوگوں کے گھروں کو اُن کے مکینوں سمیت جلا دوں۔جو نماز عشاء اور فجر میں حاضر نہیں ہوتے۔''

آنحضرت ﷺ کے نماز باجماعت کے قیام کے سلسلہ میں ایسے ارشادات کا ذکر ملتا ہے۔جن میں نماز کو اخلاقی اور روحانی ترقیات کا موجب قرار دیا ہے۔بلکہ یہ مومن کی معراج ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو اس زمانہ میں قیام شریعت کے لئے مبعوث ہوئے۔نماز کے بارہ آپ فرماتے ہیں:۔

نماز مومن کی معراج ہے ''نماز ساری ترقیوں کی جڑھ اور زینہ ہے۔اسی لئے کہا گیا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔اس دین میں ہزاروں لاکھوں اولیاء، راستباز، ابدال، قطب گزرے ہیں۔انہوں نے یہ مدارج کیوں کر حاصل کئے؟ اسی نماز کے ذریعہ سے۔خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔وَقُرَّۃُ عَیْنِی فِی الصَّلٰوۃِ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔اور فی الحقیقت جب انسان اس مقام اور درجہ پر پہنچتا ہے۔تو اس کے لئے اکمل اتم لذت نماز ہی ہوتی ہے۔''

(الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲)

نماز کی حکمتیں ''ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور دعا میں کیا فرق ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے

اَلصَّلوٰۃُ ھِیَ الدُّعَاء. الصَّلوٰۃُ مُخُّ العِبَادَۃِ یعنی نماز ہی دعا ہے۔نماز عبادت کا مغز ہے۔
جب انسان کی دعا محض دنیوی امور کے لئے ہو۔تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں۔لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کو مدنظر رکھتا ہے۔اور ادب،انکسار، تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔"

............دوسرا امر نماز ہے۔جس کی پابندی کے لئے بار بار قرآن شریف میں کہا گیا ہے۔اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اسی قرآن مجید میں اُن مصلّیوں پر لعنت کی ہے۔جو نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اپنے بھائیوں سے بخل کرتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سوال ہے۔کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں سے محفوظ کردے۔انسان درد اور فرقت میں پڑا ہے۔اور چاہتا ہے۔کہ خدا تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو۔جس سے اطمینان اور سکینت اُسے ملے جو نجات کا نتیجہ ہے۔مگر یہ بات اپنی چالاکی یا خوبی سے نہیں مل سکتی جب تک خدا نہ بلاوے یہ جا نہیں سکتا جب تک وہ پاک نہ کرے یہ پاک نہیں ہو سکتا۔بہتیرے لوگ اس پر گواہ ہیں۔کہ بارہا یہ جوش طبیعتوں میں پیدا ہوتا ہے۔کہ فلاں گناہ دور ہو جاوے جس میں وہ مبتلا ہے۔لیکن ہزار کوشش کریں دور نہیں ہوتا............غرض وہ اندر جو گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔اور جو خدا تعالیٰ کی معرفت اور قرب سے دور جا پڑا ہے۔اس کو پاک کرنے اور دور سے قریب کرنے کے لئے نماز ہے۔اسی ذریعہ سے ان بدیوں کو دور کیا جاتا ہے۔اور اس کی بجائے پاک جذبات بھر دیئے جاتے ہیں۔یہی سرّ ہے۔جو کہا گیا ہے۔کہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے۔یا نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے پھر نماز کیا ہے؟ یہ ایک دعا ہے۔جس میں پورا درد اور سوزش ہو اسی لئے اس کا نام صلوٰۃ ہے۔کیونکہ سوزش اور فرقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ بدارادوں اور برے جذبات کو اندر سے دور کرے پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیض عام کے ماتحت پیدا کردے۔" (بدر ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

نماز ابتلاء کے وقت: "آنحضرت ﷺ جب کسی تکلیف یا ابتلاء کو دیکھتے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور ہمارا اپنا اور ان راستبازوں کا جو پہلے ہو گزرے ہیں۔ان سب کا تجربہ ہے۔کہ نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں۔جب انسان قیام کرتا ہے۔تو وہ ایک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے۔ایک غلام جب اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔تو وہ ہمیشہ دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔پھر رکوع بھی ادب ہے۔جو قیام سے بڑھ کر ہے۔اور سجدہ ادب کا انتہائی مقام ہے جب انسان اپنے آپ کو فنا کی حالت میں ڈال دیتا ہے۔اس وقت سجدہ میں گر پڑتا ہے۔افسوس ان نادانوں اور دنیا پرستوں پر جو نماز کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔اور رکوع سجود پر اعتراض کرتے ہیں یہ تو کمال درجہ کی خوبی کی باتیں ہیں۔اصل بات یہ ہے۔کہ جب تک انسان اُس عالم سے حصہ نہ رکھتا ہو۔جہاں سے نماز آئی ہے۔تب تک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔مگر جس شخص کا

یقین خدا پر نہیں۔ وہ نماز پر کس طرح یقین کر سکتا ہے۔ نماز جامع حسنات ہے۔'' (بدر ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

نماز کے مدارج ''انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا بھاری معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا کے حضور نماز میں گریاں رہتا ہے امن میں رہتا ہے جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے اور اپنی ماں کی محبت اور شفقت کو محسوس کرتا ہے اسی طرح پر نماز میں تضرّع اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور گڑگڑانے والا اپنے آپ کو ربوبیت کی عطوفت کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ یاد رکھو اس نے ایمان کا حظ نہیں اُٹھایا جس نے نماز میں لذت نہیں پائی .... یہ نماز جو تم لوگ پڑھتے ہو صحابہ بھی یہی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور اسی نماز سے انہوں نے بڑے بڑے روحانی فائدے اور اوپر بڑے بڑے روحانی مدارج حاصل کئے تھے۔ فرق صرف حضور اور خلوص کا ہی ہے۔ اگر تم میں وہی اخلاص صدق و وفا اور استقلال ہو۔ تو اسی نماز سے اب بھی وہی مدارج حاصل کر سکتے ہو۔ جو تم سے پہلوں نے حاصل کئے تھے چاہیئے کہ خدا کی راہ میں دکھ اُٹھانے کے لئے ہر وقت تیار رہو۔ یاد رکھو جب اخلاص اور صدق سے کوشش نہیں کرو گے۔ کچھ نہیں بنے گا۔ بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ یہاں سے تو بیعت کر جاتے ہیں۔ مگر گھر میں جا کر جب تھوڑی سی بھی تکلیف آئی۔ اور کسی نے دھمکایا تو جھٹ مرتد ہو گئے۔...... جو ذرا بھی نمبردار یا کسی اور شخص نے دھمکایا تو دین ہی چھوڑ دیا۔ ایسے لوگوں کی عبادتیں بھی محض پوست ہی پوست ہوتی ہیں۔ ایسوں کی نمازیں بھی خدا تک نہیں پہنچتیں بلکہ اسی وقت ان کے منہ پر ماری جاتی ہیں۔'' (الحکم ۱۰ را کتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱و۱۴)

نماز تنویر قلب کا موجب ''میں نے بارہا سمجھایا ہے۔ کہ نماز کا تعہد کرو جس سے حضور اور ذوق پیدا ہو۔ فریضہ تو جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔ باقی نوافل اور سنن کو جیسا چاہو طول دو۔ اور چاہیئے کہ اس میں گریہ و بکا ہو۔ تا کہ وہ حالت پیدا ہو جاوے جو نماز کا اصل مطلب ہے نماز ایسی شئی ہے۔ کہ سیئات کو دور کر دیتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ نماز کل بدیوں کو دور کر دیتی ہے۔ حسنات سے مراد نماز ہے .... میرا تو یہ مذہب ہے کہ اگر دس دن بھی نماز کو سنوار کر پڑھیں تو تنویر قلب ہو جاتی ہے۔...... یاد رکھو رسم اور چیز ہے۔ اور صلوٰۃ اور چیز۔ صلوٰۃ ایسی چیز ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کا کوئی قریب ذریعہ نہیں یہ قرب کی کنجی ہے اس سے کشوف ہوتے ہیں۔ اسی سے الہامات اور مکالمات ہوتے ہیں۔ یہ دعاؤں کے قبول ہونے کا ایک ذریعہ ہے لیکن اگر کوئی اس کو اچھی طرح سمجھ کر ادا نہیں کرتا۔ تو وہ رسم اور عادت کا پابند ہے۔'' (الحکم ۲۴ را کتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱، ۱۲)

وہ دین نہیں جس میں نماز نہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرما دی جاوے۔ کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں مویشی وغیرہ کے سبب کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہمیں

فرصت ہوتی ہے۔تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔کہ دیکھو جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا۔وُہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔نماز کیا ہے۔کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا۔اور اُسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا.........جو شخص نماز میں سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے اُس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا۔وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا یہ تو دین ہرگز نہیں یہ سیرت کفار ہے۔بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے۔"

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۔۸)

قیام نماز میں وفا اور صدق

"نماز خدا کا حق ہے۔اُسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔وفا اور صدق کا خیال رکھو۔اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔وہ کافر اور منافق ہیں۔جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں۔اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمارا فلاں فلاں نقصان ہوا ہے۔نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے۔جو اسے منحوس کہتے ہیں اُن کے اندر خود زہر ہیں۔جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے۔ویسے ہی اُن کو نماز کا مزہ نہیں آتا۔یہ دین کو درست کرتی ہے۔اخلاق کو درست کرتی ہے۔دنیا کو درست کرتی ہے۔نماز کا مزہ دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے۔لذّات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں۔اور پھر اُن کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں۔اور یہ مفت کا بہشت ہے۔جو اُسے ملتا ہے۔قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے۔ایک ان میں سے دُنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذّت ہے۔"

(البدر ۸ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۶۔۷)

نماز اور وحدت قومی

"اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے۔کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بنادے۔اس کا نام وحدت جمہوری ہے۔جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے۔کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدۃ جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں۔یہ نمازیں باجماعت جو ادا کی جاتی ہیں۔وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں۔تاکہ کل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے۔اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے۔کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے۔وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اُسے قوت دیوے حتی کہ حج بھی اسی لئے ہے۔اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتداء اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔کہ اوّل یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلہ والے پانچ وقت نمازوں کو باجماعت محلّہ کی مسجد میں ادا کریں۔تاکہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملا کر کمزوری کو دور کر دیں۔اور آپس میں تعارف ہو کر اُنس پیدا ہو جاوے۔تعارف بہت عمدہ شئی ہے۔کیونکہ اس سے اُنس بڑھتا ہے۔جو کہ وحدت کی بنیاد ہے۔حتی کہ تعارف والا دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے۔کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو۔تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے

کے باعث بغض جو کہ عارضی شے ہوتا ہے۔وہ تو دور ہو جاتا ہے۔اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے۔پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں۔کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے اس لئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاویں گے۔پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز ہے۔کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں۔تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو۔ پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا۔کہ مکہ کے میدان میں سب جمع ہوں۔غرض یہ کہ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ آپس میں اُلفت اور اُنس ترقی پکڑے۔'' (البدر ۸ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۵)

نماز سے حقیقی محویت و محبت الٰہی

''اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے ایک محویت کی ضرورت ہے۔ہم بار بار اپنی جماعت کو اس پر قائم ہونے کے لئے کہتے ہیں۔کیونکہ جب تک دنیا کی طرف سے انقطاع اور اس کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک ثبات میسر نہیں آسکتا۔بعض صوفیوں نے لکھا ہے۔کہ صحابہ جب نمازیں پڑھا کرتے تھے تو انہیں ایسی محویت ہوتی تھی کہ جب فارغ ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکتے تھے۔جب انسان کسی اور جگہ سے آتا ہے۔تو شریعت نے حکم دیا ہے۔کہ وہ آکر السلام علیکم کہے۔نماز سے فارغ ہوتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے کہنے کی حقیقت یہی ہے۔کہ جب ایک شخص نے نماز کا عقد باندھا اور اللہ اکبر کہا۔تو وہ اس عالم سے نکل گیا اور ایک نئے جہان میں جا داخل ہوا۔گویا ایک مقام محویت میں جا پہنچا۔پھر جب وہاں سے واپس آیا تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر آن ملا۔لیکن صرف ظاہری صورت کافی نہیں ہو سکتی۔جب تک دل میں اس کا اثر نہ ہو............ (البدر ۲۴راگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۳)

حقیقت میں جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے وہ ایمان کو چھوڑتا ہے۔اس سے خدا کے ساتھ تعلقات میں فرق آجاتا ہے۔اس طرف سے فرق آیا۔تو معاً اس طرف سے بھی فرق آجاتا ہے۔ (الحکم ۲۴راپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱)

نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے۔کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے۔استغفار ہے۔درود شریف۔تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے۔اور اس سے ہر ایک قسم کے غم وہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتے ہیں۔آنحضرت ﷺ کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔اور اسی لئے فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔اطمینان سکینت قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔'' (الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۹)

پس نماز ایک ایسی عظیم الشان عبادت ہے جو قلبی اطمینان، محبت الٰہی اور تعلق باللہ کا موجب ہے۔قومی وحدت، اتحاد یک جہتی، باہمی ہمدردی سے ایک ایسا معاشرہ تیار کرتی ہے جس سے مومن کا وجود سراسر انسان کیلئے پیار، محبت اور امن و سلامتی کا موجب بن جاتا ہے۔

(نوٹ) مضمون ہذا میں اقتباسات تفسیر سورۃ البقرہ بیان فرمودہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ مطبوعہ ادارۃ المصنفین ربوہ سے لئے گئے ہیں)

بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت

تحریر: مولانا سلطان محمود انور صاحب

گذشتہ شمارہ میں بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت کے بارہ میں بعض اصولی باتیں پیش کی گئی تھیں جن کا ملخص یہ تھا۔ کہ بہاء اللہ نے بے مثال مجبوریوں پابندیوں اور بے بسیوں میں زندگی گزاری لیکن دعویٰ خدائی اور الوہیت کا کرتے رہے اور خود ان کا اپنا اقرار یہ تھا۔ کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا أَنَا الْمَسْجُوْنُ الْفَرِیْدُ" یعنی قید و بند میں جکڑے ہوئے مجھ جیسے منفرد اِلٰہ کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ دنیا میں اکثر الوہیت کے دعویدار اپنی طاقت اور انانیت کے نشہ میں خدائی کا دعویٰ کرتے رہے۔ لیکن جو ساری زندگی اپنے جرائم کی پاداش میں جیلخانوں میں گل سڑ رہا ہے۔ اور بایں ہمہ اپنی اُلوہیت کا دعویدار ہو۔ یہ منفرد شخصیت اور مثال بہاء اللہ ہی کی ہے۔ جس بیچارے کو زندگی میں شعور تک نہیں نصیب ہوا کہ خدائی کے دعویٰ کے لئے کوئی نہ کوئی اختیار یا طاقت تو بنیاد بن جایا کرتی ہے لیکن بیڑیوں میں جکڑی ہوئی خدائی کا تصور پہلی دفعہ دنیا کو پیش کیا جا رہا ہے۔

بہائیت کے پرچارک احباب کو یہ شعور کیوں نہیں کہ الوہیت اور قید و بند دو متضاد کیفیتیں ہیں۔ بہاء اللہ کو ایسی عبرتناک حالت میں لَا اِلٰہَ اِلَّا أَنَا......... کا دعویٰ کیونکر زیب دیتا تھا اور بہائی حضرات ایسے دعویٰ کے مدعی سے کیسے عقیدت رکھتے ہیں۔

بہاء اللہ کی بے بسی ایک طرف مگر جو دماغ میں اُلوہیت کا نشہ تھا۔ اس کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ بہاء اللہ کہتے ہیں۔

"ھُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ الرُّسُلَ وَأَنْزَلَ الْکُتُبَ اَ لَا أَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا أَنَا الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ" یعنی جس نے تمام رسولوں کو بھیجا اور تمام کتابیں نازل کیں وہ سن رکھو کہ کوئی خدا نہیں مگر میں ہی ہوں جو غالب اور حکمت والا ہوں۔

کیا بہائی قلمکار بہاء اللہ کے اس دعویٰ الوہیت سے واقف نہیں اور کیا تمام رسولوں کو بھیجنے والا بہاء اللہ تھا؟ کیا تمام کتب شریعت بہاء اللہ نازل کیا کرتا تھا اور کیا ایسی صفات اور قدرت کا دعویدار جب بنفس نفیس دنیا کی نظروں میں آیا تو جیل خانے میں پڑا اسڑتا رہا؟ کیا ایسی بے بسی کا بری طرح شکار ہونے والا اَلْعَزِیْز یعنی غالب اور طاقتور کہلایا کرتا ہے۔ کیا اس کی حکمتوں کی انتہاء یہی تھی۔ کہ دعویٰ تو خدائی کا کرے۔ اور ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑا رہے۔ اور کیا ایسی حالت میں اس کا اعلان کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا أَنَا اسے زیب دیتا ہے؟

جبکہ حقیقت اور ابدی صداقت یہ ہے کہ تمام رسولوں کو بھیجنے والا قادر و توانا خدا تعالیٰ ہے۔ اسی لئے تمام رسول دنیا میں غالب اور فاتح ٹھہرے۔ اور تمام آسمانی کتابوں کا نازل کرنے والا عالم الغیوب خدا تعالیٰ ہے۔ اسی لئے ان کتب کے